حسنہ حسین

عسر لیسرا

خواب دیکھتے ہوئے جنت کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ خود کو برائڈل ڈریس میں دیکھ کر اسے یاد آتا ہے کہ اس کی شادی فارس وجدان سے ہو چکی ہے جو ''شیرازی انٹر پرائزز'' کا سی ای او ہے۔ وہ جنت کمال پر واضح کر دیتا ہے کہ یہ ایک کاغذی رشتہ ہے جو اس نے اپنی ماں کی خاطر بنایا ہے۔ جب تک ماں زندہ ہیں، یہ رشتہ رہے گا۔

جنت کی فارس سے شادی سائرہ خالہ نے کروائی ہے۔ ان کا بیٹا عمار اس شادی پر ناراض ہے۔ اس کا خیال ہے۔ میڈیا پر فارس سے متعلق جو خبریں گردش کرتی رہی ہیں، وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔

فارس کی والدہ مسز شیرازی ایک نیک دل عورت ہیں جو چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔ وہ ایک آرٹسٹ ہیں۔ ان کی پینٹنگ عسر لیسرا جنت کو حیران کر دیتی ہے۔ دونوں اس پر بات کرتی ہیں۔ مسز شیرازی اسے ان لفظوں کے معنی تلاش کرنے کو کہتی ہیں۔

فارس کے مرحوم بھائی حماد کا یتیم بیٹا اپنے ننھیال میں رہتا ہے۔ فارس اس بچے کو وجدان ہاؤس میں لانے کو تیار نہیں۔

فارس کی تمام تر نفرتوں کے باوجود جنت اس کے دل میں اپنی جگہ بنانے کی کوشش کرتی ہے۔

آئمہ ظہیر فارس کی منہ بولی بہن جنت کو منگنی کی تقریب میں لے جاتی ہیں جہاں کچھ لڑکیوں کے تضحیک آمیز رویے سے جنت دل برداشتہ ہو جاتی ہے۔

فارس کے آفس میں بریان لغاری کا نام سن کر جنت متوحش ہو جاتی ہے۔ اسے اپنا ماضی یاد آتا ہے۔

جنت عسر لیسرا پر غور کرتی ہے اور اس کے کچھ معنی سمجھ جاتی ہے۔

مکمل ناول

www.zemtime.com

جنت مسز شیرازی سے ان کے یتیم پوتے سے ملنے کی بات کرتی ہے۔ مسز شیرازی منع کر دیتی ہیں۔
اٹالین ریسٹورنٹ میں ڈنر کے دوران فارس جنت کی طلاق اور ماضی کا ذکر چھیڑ کر جنت کو پریشان کر دیتا ہے۔
جنت فارس کے ساتھ لندن جانا چاہتی ہے تاکہ وہ سائرہ خالہ کی بیٹی سدرہ کی شادی میں شرکت نہ کر سکے۔ فارس اسے ضد میں لاہور لے جاتا ہے۔

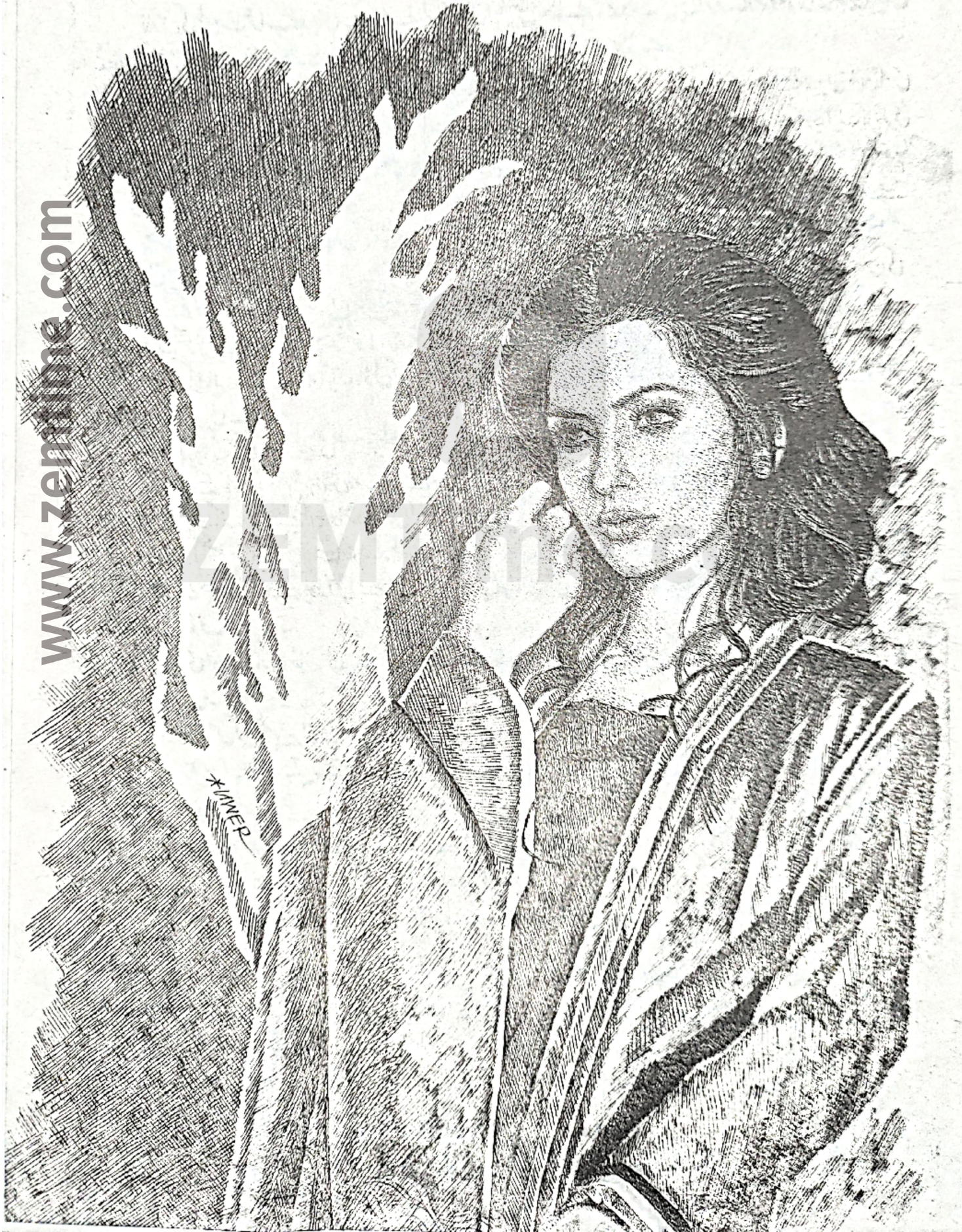

www.zemtime.com

سدرہ کی شادی پر فارس کو علم ہوتا ہے کہ جنت کی پہلی شادی تایا کے اکلوتے بیٹے سے ہوئی تھی۔ پانچ سال تک رہی۔ بچہ نہ ہونے پر تایا کے بیٹے نے دوسری شادی کر لی۔ جنت کو اس کے بچے کو نقصان پہنچانے کی پاداش میں طلاق ہو گئی۔

فارس جنت کو وہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ لندن سے واپسی کے بعد وہ جنت کو لاہور سے لینے آتا ہے۔ جنت کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوتی۔ راستے میں ایکسیڈنٹ ہوتا ہے۔ دونوں محفوظ رہتے ہیں۔ گاڑی کا نقصان ہو جاتا ہے۔

لاہور سے واپسی کے بعد جنت بدل جاتی ہے۔ وہ فارس وجدان کے معاملات میں مداخلت ترک کر دیتی ہے۔

فارس کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ اسے الرجی ری ایکشن ہوتا ہے۔ بروقت سی پی آر دے کر وہ اس کی جان بچاتی ہے۔ ڈاکٹر بخاری بتاتے ہیں اسے بلی سے الرجی ہے جس کا ری ایکشن شدید ہوتا ہے۔

فارس کا بدلتا رویہ جنت کو خوف اور پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

کراچی جانے سے پہلے فارس سرپرائز کی بات کرتا ہے۔

جنت مسز یزدانی کے نواسے کی سالگرہ پر جاتی ہے جہاں عدینہ زبیر اسے ملتی ہے۔ جو بتاتی ہے کہ وہ فارس وجدان کی پہلی بیوی ہے۔

جنت کی چچی وجدان ہاؤس میں آ کر مسز شیرازی کو جنت کے ماضی سے آگاہ کر دیتی ہے۔ خوف میں آ کر جنت گھر چھوڑ دیتی ہیں۔

جنت کو گھر سے گئے، سات دن ہو چکے تھے۔ فارس بہت پریشان ہے، وہ اس کے سامان کا جائزہ لیتا ہے۔

ایک لکڑی کا باکس کھلنے پر چند خطوط، کچھ تصاویر اور باکس پر بنی نقاشی دیکھنے پر فارس ماضی میں پہنچ جاتا ہے۔

فارس کی ماں آرزو جہانگیر ایک ماڈل گرل ہے۔ وہ اس کے باپ ہارون سے طلاق لے لیتی ہے اور فارس کو ہارون کے پاس چھوڑ جاتی ہے۔

آرزو جہانگیر کی دوسری بیوی تھی۔ پہلی اور خاندانی بیوی جمیلہ داؤد ہیں۔

ہارون کے باپ اعظم شیرازی بہت بڑے بزنس ٹائیکون ہیں۔ جمیلہ داؤد سے ہارون کا بیٹا حماد اعظم شیرازی کہتے ہیں ”میں اس طوائف کے بیٹے کو برداشت نہیں کر سکتا۔ میرا پوتا صرف حماد ہے۔“

ہارون اعظم شیرازی کی منت سماجت کرتا ہے۔ ان سے معافی مانگتا ہے تو وہ اس شرط پر معافی دیتے ہیں کہ ہارون اپنا بیٹا ان کے حوالے کر دے اور اس سے کوئی تعلق نہ رکھے اور نہ ہی اسے اپنا نام دے۔ اعظم شیرازی جمیلہ داؤد کے خاندان سے خوف زدہ ہیں۔

شیرازی اور لاشاری خاندان کے درمیان جڑنے والا یہ رشتہ ایک بزنس ڈیل کی طرح تھا لیکن جمیلہ ہارون سے محبت کرتی تھیں۔

ہارون فارس کو اعظم شیرازی کے پاس چھوڑ جاتا ہے۔

ایک رات اسے روتے سسکتے دیکھ کر جمیلہ اسے گلے سے لگا لیتی ہے۔ فارس زخمی ہوتا ہے۔ جمیلہ اسے ڈاکٹر مصطفیٰ کے پاس لے جاتی ہے۔

جمیلہ فارس کو کھلونے، نئے کپڑے لا کر دیتی ہے۔ اس کا کمرہ بھی سیٹ کرتی ہے۔ جمیلہ آرزو جہانگیر سے بھی ملتی ہے لیکن وہ بھی فارس سے ملنے سے انکار کر دیتی ہے، وہ بتاتی ہے کہ وہ شادی کر رہی ہے۔

جمیلہ فارس کو محبت اور توجہ دیتی ہے۔ وہ بہتر ہونے لگتا ہے لیکن اعظم شیرازی کو یہ گوارا نہیں ہے۔ وہ اسے منع کرتے ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سے فارس کی دوستی ہو جاتی ہے۔ وہ اس کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ حماد کا ایڈمیشن امریکہ میں ہوتا ہے تو اعظم شیرازی جمیلہ کو حماد کے پاس امریکہ بھجوا دیتے ہیں۔

فارس کے لیے جمیلہ داؤد کی جدائی آسان نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر مصطفیٰ اسے پیار سے سمجھاتے ہیں۔

www.zemtime.com

جمیلہ داؤد کے جانے کے فوراً بعد اعظم شیرازی اس کو بورڈنگ بھیج دیتے ہیں، وہ یہ سب برداشت نہیں کر پاتا۔ اس نفسیات پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اس کی کارکردگی صفر ہو جاتی ہے۔ وہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ وہ شیرازی مینشن اب کبھی نہیں جائے گا۔ ڈاکٹر مصطفیٰ، آغا علی کے ساتھ اس سے ملنے آتے ہیں اور ہر ہفتے آتے ہیں۔ وہ ان سے دوستی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہے لیکن وہ بضد رہتے ہیں۔ وہ اسے جمیلہ داؤد کی مجبوریاں بتاتے ہیں، ان کے سمجھانے پر وہ اپنے آپ کو تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف کر لیتا ہے اور ہر مقابلے میں پہلی پوزیشن ہوتی تھی۔ اعظم شیرازی جب بھی آتے اس سے حقارت آمیز لہجے میں بات کر کے اس کی ماں آرزو جہانگیر کا تذکرہ ضرور کرتے۔

وہ بیمار ہوتا ہے، ڈاکٹر مصطفیٰ اپنی نواسی کے ساتھ اسے لے آتے ہیں۔ ان کی نواسی ساتھ ہوتی ہے جو پورا راستہ سوال کرتی رہتی ہے۔ وہ فارس سے دوستی کرنا چاہتی ہے، اپنے دوستوں کے ساتھ اس سے ملنے آتی ہے۔

جنت کے جانے کے بعد وہ اس کی کمی محسوس کرنا لگتا ہے۔

جنت ہوش میں آئی تو صابرہ بوا پر اس کی نظر پڑی۔ صابرہ بوا اسے اپنے گھر لے آئیں۔ اس کے پریگننٹ ہونے کی خبر پر بہت خوش ہوتی ہیں۔ جنت حیران و پریشان ہو جاتی ہے۔ سائرہ خالہ کے گھر سب جمع ہو کر جنت اور اس کے کردار کو ڈسکس کرتے ہیں، عمار سب کو کھری کھری سنا دیتا ہے۔ فارس جنت کے موبائل پر مسز آفاق کے سات سالہ بیٹے زید کے میسجز آ رہے تھے۔

فارس اقصیٰ سے پوچھ گچھ کرتا ہے۔ صابرہ بوا جنت کو فارس سے صلح کا کہتی ہیں۔ جنت صابرہ بوا کے کہنے پر بچوں کے ساتھ باہر گھومنے جاتی ہے، واپسی میں اسے فارس ملتا ہے وہ صابرہ بوا کے گھر کا کھوج لگا لیتا ہے۔

گیارہویں قسط

فارس وجدان اس سے ناراض ہو چکا تھا۔ پیکنگ کے دوران اس کے آگے پیچھے پھرتے ہوئے اس نے بات کرنے کی کوشش کی تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیاری کرتے ہوئے بار بار مخاطب کر رہی تھی مگر وہ تو ایسا ہو گیا جیسے کچھ سن ہی نہ رہا ہو۔ کھانے کی میز پر بھی انتہا کی خاموشی تھی۔ اب وہ وہی کھڑوس، مغرور اور بدمزاج فارس تھا (پرانے والا!)

جنت حیران تھی۔ آخر اسے ہوا کیا تھا؟ ایسی کون سی بات تھی جو اسے بری لگ گئی تھی؟

''اچھا ٹھیک ہے۔ کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔'' خاصی سوچ و بچار کے بعد ذرا سا احساس ہوا تو کہہ دیا۔ گاڑی ایرپورٹ کی جانب رواں دواں تھی۔ وہ عقبی نشست پر اس کے برابر میں بیٹھی تھی۔

''پورے پاکستان کو بتاؤ میری بلا سے۔'' ایک شان اور تمکنت سے براجمان وہ کروفر سے کہہ کر باہر دیکھنے لگا۔ جنت حیران ہوئی۔

''واقعی؟'' پھر کندھے اچکا کر اس نے بھی رخ بدل لیا۔

لندن کے ہیتھرو ایرپورٹ پر عدیل احمد نظر آیا تو چھوٹتے ہی پوچھ لیا۔

''مسٹر عدیل! کیا آپ کسی ایسے انسان کو جانتے ہیں جو نیند میں باتیں کرتا ہو؟''

''سوری؟'' عدیل کو جنت کمال کی بات خاک سمجھ میں نہ آئی۔

''مطلب جو نیند میں باتیں کرے۔ میں ایک کو جانتی ہوں۔'' ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ کیا یوں جیسے بڑے اعزاز کی بات ہو۔

فارس نے غصہ دباتے ہوئے جنت کو بازو سے پکڑ کر اپنی دائیں طرف کھڑا کیا۔ ''باز آ جاؤ تم۔''

''نہیں باز آسمان پر ہی ٹھیک ہے، اسے نیچے مت بلاؤ تم۔''

وہ بڑے مزے میں تھی۔ ''اینڈ بائے داوے تم نے خود مجھے کہا سب کو بتا دو۔ اب کیا مسئلہ ہے؟''

وہ ضبط کر کے جھٹکے سے پلٹ گیا۔

ایرپورٹ کے ویٹنگ ایریا میں تو اس نے انتہا کر دی۔ قریب بیٹھے کسی سوٹڈ بوٹڈ آدھے انگریز،

www.zemtime.com

آدھے پاکستانی انکل سے سلیپ ٹاکنگ کا موضوع چھیڑ دیا۔ وہ بتا رہے تھے کہ کیسے ان کے عزیز نیند میں چلا کرتے تھے اور کیسے وہ ایک بار گھر سے باہر نکل گئے تھے۔ اور وہ بہت حیران و پریشان ہو رہی تھی۔

''کیا واقعی انکل؟ ایسا ہی ہوتا ہے؟''

اوہ میرے اللہ! اچھا پھر..... پھر کیا ہوا تھا؟''

وہ سیٹ آرم پر کہنی ٹکائے، ہاتھ کو پیشانی اور آنکھوں پر رکھے ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔

انکل صاحب سے گفتگو ختم ہوئی تو محترمہ کو بھوک لگ گئی۔ بیگ سے چپس کا پیکٹ نکال لیا۔ فارس کو آفر کی تو وہ اچھا خاصا جلا بھنا بیٹھا تھا، رسپانس تک نہ دیا۔ وہ کندھے اچکا کر رخ بدل گئی۔ چپس کے چند پیکٹ، چاکلیٹس، بسکٹس نکال لیے۔ وہ مزے سے کھا رہی تھی تو سامنے بنچ پر بیٹھے بچے اس پر سنجیدگی سے نظریں جمائے ہوئے تھے۔ بیگ تھا یا کوئی جادوئی تھیلا۔ چیزیں ختم ہی نہیں ہو رہی تھیں۔ اسی دوران ایک ننھی سی بچی نظروں میں آ گئی۔ اس کے پیروں میں پھولوں جیسے جوتے تھے۔ جب وہ قدم اٹھاتی تھی تو سرخ روشنی سی بکھرتی تھی۔

''ہم بھی ایسے جوتے لیں گے۔'' فارس کی جانب جھک کر کہا۔ وہ موبائل پر کچھ لکھ رہا تھا، سر اٹھا کر دیکھا۔ پھر دیکھتا ہی رہا۔ بچی نے نیا نیا چلنا سیکھا تھا۔ فراک میں تو کوئی کھلتا ہوا پھول ہی لگ رہی تھی۔

''ٹھیک ہے۔ ''ہم'' یہی لیں گے۔'' وہ منظر دیکھ کر اس کا موڈ خوش گوار ہو گیا۔

''میں صرف اپنی بات کر رہی ہوں۔'' محترمہ کو ہوش آیا تو پھر سے ٹوکا۔

''یہ ''ہم'' اب صرف تم ہو؟'' اب کے کڑی نظروں سے اسے گھورا۔ وہ اسٹرا دانتوں میں دبائے رخ بدل گئی۔ فارس کی نگاہیں کافی دیر تک اس بچی کے تعاقب میں رہیں۔

''تمہیں لگتا ہے جب ہمارا بے بی آئے گا تو ہم الگ ہو سکیں گے؟'' اس نے کہا۔ جنت نے چونک کر اسے دیکھا۔ اسٹرا منہ میں ٹھہر گیا۔ اندر تک خاموشی چھا گئی۔

''تم میں ایسا کرنے کی ہمت آ سکتی ہے۔ مجھ میں تو بالکل بھی نہیں۔'' وہ سچ کہہ رہا تھا۔ وہ جتنا ہی مضبوط تھا۔ اپنی اولاد کے لیے اتنا ہی کمزور ہو سکتا تھا۔

''تم مجھے پریشان کر رہے ہو۔'' جنت کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ آنکھیں، ناک، گال سرخ ہونے لگے۔

''اوہ گاڈ! کیا ہو گیا ہے۔'' وہ صحیح معنوں میں گھبرایا تھا۔ ''میں نے تم سے یہ تو نہیں کہا، میں اسے تم سے چھین لوں گا۔''

''میں یہی سمجھی ہوں۔'' وہ رو پڑی۔

''تم غلط سمجھی ہو۔ فار گاڈ سیک! رونا بند کرو۔ لوگ ہمیں دیکھ رہے ہیں، جنت۔''

''ہاں تو دیکھنے دو۔ انہیں پتا چلنا چاہیے۔ تم کتنے برے ہو۔''

وہ اٹھ کر اپنی پشت پر ہاتھ باندھے اس کے آگے کھڑا ہو گیا تھا تاکہ کسی کو یہ پتا نہ چلے وہ کتنا برا ہے۔ وہ اس کی اس حرکت پر سیخ پا ہو گئی۔

''ہاں چھپ کر روتی رہوں، کوئی پروا نہیں۔ یہ نہیں کہ دو لفظ تسلی کے بول دو۔'' پست آواز میں شکوہ کیا۔

وہ قدرے حیرت سے اس کی طرف مڑا۔

''اب میں تم سے کیا کہوں؟'' برابر میں بیٹھ کر پوچھا۔ ''یہی کہ میرے بچے کو پورا کا پورا اپنے پاس رکھ لینا۔ میں ہفتے میں ایک دن مل لیا کروں گا؟ یا پھر یہ کہ خلع کے لیے جو وکیل چاہیے وہ میں ہائیر کر دوں گا؟'' وہ لمحے بھر کے لیے تھمی۔ اندر ہی اندر اور رونا آیا۔

''خبردار جو مجھ سے تم نے بات بھی کی تو.....''

www.zemtime.com

اپنا بیک پیک اس کی گود میں پٹخ کر دوسری بنچ پر جا بیٹھی۔ فارس گہری سانس لے کر رہ گیا۔

''سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔'' آنسو صاف کرتے ہوئے بڑبڑائی۔

''ہاں مگر آپ کے والا تو خوب صورت بھی بہت ہے۔'' آنٹی جی نے کتاب سے نظر ہٹا کر عینک آگے پیچھے کر کے اس کے والے کو بغور دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔ غالباً وہ کافی دیر تک ان کی چخ پخ ملاحظہ فرما رہی تھی۔ ''شوہر ایسا ہو تو بیوی کو کیا خاک سکون کی نیند آتی ہوگی۔''

''یہ تو آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔'' ان کی بات سمجھے بغیر اس نے اپنی کہی۔

''گڈ لکنگ مردوں کی بیویوں کو بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔''

جنت کا منہ کھلا۔ بات تو جیسے اب سمجھ میں آئی۔

''کوئی گڈ لکنگ نہیں ہے وہ۔'' تڑپ کر کہا۔

آنٹی جی نے اب کے عینک ناک پر کھسکا کر اسے گھورا۔ بھلا یہ کیسی بیوی تھی جس سے اپنے شوہر کی تعریف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

''نظر رکھا کرو اس پر۔'' ماؤں کی طرح نصیحت کی۔

''مجھے نہیں رکھنی کوئی نظر وظر۔'' بگڑ کر سینے پر بازو باندھے۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھی۔ ''کرتا ہے تو کر لے دوسری، تیسری، چوتھی شادی۔''

رونے کے باعث محترمہ کی آنکھیں اور ناک سرخ ہو رہی تھیں۔

آنٹی جی کو اس کی خودسری پر غصہ آ گیا۔ یہ آج کل کی نوجوان نسل۔ برداشت تو ہے ہی نہیں ان میں۔ لو بتاؤ۔ دوسری، تیسری، چوتھی شادی..... یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے؟ اور کل کو اگر دوسری، تیسری، چوتھی آ گئی تو لگ پتا جائے۔

آنٹی کی برہمی دیکھ کر وہ ذرا مدھم پڑی۔ ابھی تو اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ ماں بننے والی ہے اور یہ بھی کہ وہ کورٹ میں جا کر خلع لے گی۔ پھر شاید وہ جوتا ہی اتار لیتیں۔

فارس کو مکمل نظرانداز کیے وہ ان سے باتیں کرنے لگی۔

آنٹی کے پاس بہت سے مفت مشورے تھے۔ انہوں نے ہاتھ تھاما اور شوہر کو مٹھی میں کرنے کے گر سکھانے لگیں اور گر سکھاتے سکھاتے اپنی نند اور جیٹھانی کے قصے چھیڑ کر بیٹھ گئیں۔ جنت ان کی خاندانی سیاست اور مسئلوں میں ایسی الجھی کہ فارس کے ساتھ اپنی لڑائی غصہ ناراضی سب بھول بھال گئی۔

اس کا ہرے رنگ کا بیک پیک اپنے گھٹنے پر رکھے فارس نے بے ساختہ سکھ بھرا سانس لیا۔ پندرہ منٹ بڑے سکون سے گزرے۔ اعلان ہوا تو وہ اٹھ کر اس کے پاس آیا۔

''میرا تو یہ فورتھ منتھ چل رہا ہے۔'' وہ سارے حال احوال یوں دے رہی تھی جیسے کئی سالوں کی شناسائی ہو۔ اور آنٹی جی بھی تسبیح کے دانے گھماتے ہوئے یوں خوش ہوئیں جیسے وہی نانی بننے والی ہوں۔ پریگننسی کے حوالے سے بھی نصیحتیں کیں۔ جاتے وقت فون نمبرز کا بھی تبادلہ ہوا۔

''میں آپ کو بہت مس کروں گی آنٹی۔'' ان سے گلے لگ کر بولی۔ فارس نے آنکھیں گھمائیں۔ سرراہ چلتے کسی سے بھی اس کی دوستی ہو جاتی تھی۔

''کاش میری سیٹ آپ کے ساتھ ہوتی۔''

''ہاں! کاش۔'' فارس نے ہاتھ پکڑ کر دانت پیسے اور اسے اپنے ساتھ لے جانے لگا۔

''صبر نہیں ہے تم میں۔'' اسے برا لگا۔

''پچھلے ایک گھنٹے سے صبر ہی تو کر رہا ہوں۔''

''ہاں تو کیا اس میں میرا قصور ہے، فلائٹ لیٹ ہو گئی؟''

''سراسر میری غلطی ہے۔'' وہ معترف ہوا۔ اور اس کا ہاتھ گرفت میں لیے آگے بڑھ گیا۔ وہ محض

www.zemtime.com

اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

بزنس کلاس کیبن میں نیلگوں روشنی کا گمان تھا۔ پرسکون خاموشی تھی۔ آس پاس بہت سے مسافر نیند کی آغوش میں اتر چکے تھے بشمول اس کی زوجہ محترمہ کے۔ تاہم وہ جاگ رہا تھا۔

ٹیبل ٹرے پر لیپ ٹاپ رکھا تھا۔ اسکرین روشن تھی۔ کچھ بے چینی سے پیشانی مسلتے ہوئے وہ آرام دہ حالت میں براجمان بہت بے چین لگ رہا تھا۔ آنکھوں میں تفکرات کی پرچھائیاں تھیں۔ دل میں واہموں کا خوف تھا۔ حالات کی دہشت تھی۔ ماضی کی وحشت تھی۔ اور سوال تھے۔ بہت زیادہ اور مشکل سوال تھے۔ اسے سنبھلنے میں وقت لگا تھا۔ اب بہت زیادہ وقت لگ رہا تھا۔ کیفیت یوں ہو رہی تھی جیسے وہ وہیں کھڑا ہو۔ اندر بہت شور تھا۔ اور بے تحاشہ بے سکونی تھی۔

"تم سوئے نہیں؟"

جنت کی آواز پر چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

اسے دوبارہ وومٹنگ ہوئی تھی تو طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ابھی بھی پیٹ پر ہاتھ رکھے وہ نڈھال نیم دراز تھی۔

"نیند نہیں آ رہی۔" کہہ کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"پریشان ہو؟" جانے کب سے وہ اس کی بے چینی ملاحظہ کر رہی تھی تو پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"نہیں۔"

وہ چپ ہو گئی۔

"تم کچھ کھا لو۔" اس نے کہا

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔" منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے اس نے آنکھیں میچ لیں۔ حلق کڑوا تھا۔ ذائقہ خراب۔ کھانے کے تصور سے ہی ابکائی آنے لگی۔

"اب اس طرح کی چیزیں کھاؤ گی تو یہی ہو گا۔"

"کس طرح کی چیزیں؟"

"جن سے بیگ بھرا ہوا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے مارننگ سکنس، چپس، چاکلیٹس کھانے کی وجہ سے ہوتی ہے؟" جنت کی بھنویں سکڑ گئیں۔

"تم سے بحث فضول ہے۔" اس نے فلائٹ اٹینڈنٹ کال بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"ہاں لاجواب جو ہو گئے ہو۔ اب تو تم یہی کہو گے۔" تنک کر بولی۔ کچھ ہی دیر بعد فلائٹ اٹینڈنٹ حاضر ہوئی۔ فارس نے فروٹ پلیٹر میل کا آرڈر دیا جو کہ کچھ ہی دیر میں پیش کر دیا گیا۔

اس کے اصرار اور ایک دو سخت گھوریوں کے بعد وہ نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"چاہو تو ہر پانچ منٹ بعد ایک بائٹ لو لیکن یہ ہر صورت ختم ہونا چاہیے۔" اس کی سیٹ کی پوزیشن ایڈجسٹ کرتے ہوئے ٹیبل ٹرے کھول دی۔ ایر ہوسٹس ایک ایک کر اشیاء رکھتی گئی۔ وہ گہری سانس لے کر باہر تاریکی میں دیکھنے لگی۔ فورک اٹھا لیا۔ پھر بے دلی سے تھوڑا تھوڑا کر کے کھانے لگی۔

اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اب وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔ لیپ ٹاپ کی اسکرین تاریک ہو چکی تھی۔ اور ایسی ہی تاریکی اس کے اندر بھی آ گئی تھی۔ سینے پر بوجھ بڑھا ہوا تھا۔ گہری سانس لے کر اس نے اپنی پیشانی مسلی۔ گزشتہ شب والی کیفیت ایک بار پھر اس پر طاری ہو رہی تھی۔ بات سامان کی تھی۔ اس گھر کی تھی۔ اور گھر کی دیواروں سے جڑی حکایتوں کی تھی۔ شاید اسے وہاں نہیں جانا چاہیے تھا۔ جو دروازے سالوں سے بند تھے، انہیں کھولنا نہیں چاہیے تھا۔

ایک منظر ابھرا۔ پھر دوسرا۔ تیسرا۔ اس نے آنکھیں میچ کر گردن کے پیچھے دونوں ہاتھوں سے دباؤ ڈالا۔ پھر پانی کی بوتل اٹھا لی۔ چند گھونٹ بھرے۔ پھر جیب سے ٹیبلٹس کا چھوٹا سا پیک نکالنے ہی والا تھا کہ جنت کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

www.zemtime.com

''گردیزی صاحب اس دن تمہارے دادا کی بہت تعریف کر رہے تھے۔ کہہ رہے تھے تمہاری پرسنالٹی بھی ان کے جیسی ہے۔''

وہ لمحے بھر کے لیے ساکت ہوا پھر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''گردیزی صاحب؟''

''ہاں! وہ جن کے سفید لمبے بال ہیں۔ اس دن شادی پر بھی تھے۔ جمال گردیزی۔''

وہ سن ہوا۔ سلیمان نے تو اسے نہیں بتایا تھا۔ تو کیا وہ جنت سے ملنے آئے تھے؟

''وہ کہہ رہے تھے تمہاری بزنس اسٹریٹجی، تمہارے فیصلے، تمہارے ہر معاملات میں اپنی ٹیم کو لے کر چلنے کا طریقہ لیٹ چیئرمین اعظم شیرازی جیسا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے آج بھی سب وہی ڈیل کر رہے ہوں۔'' وہ بہت نارمل لہجے میں بتا رہی تھی مگر فارس کے اندر سب فنا ہو رہا تھا۔

بظاہر یہ تعریف ایک ''رائے'' تھی۔ اور یہ ''رائے'' صرف گردیزی صاحب کی نہیں تھی۔ اس کے حلقہ احباب اور بزنس سوسائٹی میں تقریباً ہر دوسرا شخص یہی کہتا ہوا پایا جاتا تھا۔ مگر حیران کن بات یہ تھی، وہ یہ سب جنت سے سن رہا تھا۔ کچھ غلط ہو گیا تھا یقیناً۔ خطرے کی گھنٹی بج اٹھی۔ گردیزی صاحب کے تصور سے اس کے جبڑے بھنچ گئے۔

''کیا ایسا ہی ہے؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''نہیں۔'' اس کا داہنا ہاتھ بے ساختہ گردن تک آیا۔ اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر دی۔ کالر کے بٹن بھی کھول دیے۔ وجود میں آگ جل اٹھی تھی۔ آنکھوں میں دھواں سا بھر گیا تھا۔ زخم سلگنے لگے تھے۔ روح جھلس رہی تھی۔

وہ اعظم شیرازی نہیں تھا۔ وہ اعظم شیرازی جیسا نہیں ہو سکتا تھا۔

اس کے احساسات سے قطری بے خبر جنت نے لیمونیڈ کے کچھ گھونٹ لیے۔

''اور کیا کہا؟'' وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

آنکھوں میں سرخی اتری ہوئی تھی۔ تاثرات بظاہر سخت نہیں تھے مگر اندر کی کرختی اس کی آنکھوں سے عیاں ہو رہی تھی۔

''اور تو کچھ خاص نہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے آئے تھے، اس لیے جلدی چلے گئے۔ اوہ ہاں!'' پھر جیسے کچھ یاد آیا تو اس کی طرف دیکھا۔ ''مجھ سے کہنے لگے، یو شڈ بی ویری کیئر فل آف یور ہزبینڈ! یو ڈونٹ نو ہم۔'' (تمہیں اپنے شوہر سے بہت محتاط رہنا چاہیے، تم اسے نہیں جانتیں)

حملہ شدید۔ اور ضرب کاری تھی۔ ہمیشہ تب ہی پڑتی تھی جب توقع نہیں ہوتی تھی۔ اس کی مٹھیاں سختی سے بھنچ گئیں۔ جنت کو مسز سلیمان کے گھرانے بھیج کر اس نے غلطی کر لی تھی۔

''پھر؟''

''پھر یہ کہ میں نے کہا۔ یہ بات کرنے کے بعد آپ کو میرے ہزبینڈ سے بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔''

فارس وجدان ششدر سا اسے دیکھ کر رہ گیا۔

فضا کی کشیدگی یکا یک کم ہوئی۔ گھٹن کا احساس ختم ہوا۔ سانسوں سے بوجھ ہٹ گیا۔

''میں نے صرف اتنا کہا اور وہ ایک دم سے ہنسنے لگ گئے۔ عجیب طرح سے۔ پھر بولے۔ ایسی بات فارس کی بیوی ہی کہہ سکتی ہے۔ اس کے بعد وہ زیادہ دیر نہیں رکے۔'' سیب کی قاش منہ میں ڈالتے ہوئے سر اٹھایا اور رک گئی۔ فارس اسے دیکھ رہا تھا۔ پلکیں جھپکائے بغیر وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ جنت کمال کے لیے اس کے تاثرات قطعی سمجھ سے باہر ہو گئے۔ اس کی ہیزل آنکھیں دھندلی مبہم ہو گئیں۔ اس کی ہر حکایت پھر سے اندھیرا ہو گئی۔ مکمل سناٹا ہو گئی۔

''تم نے گردیزی صاحب سے کہا۔ وہ مجھ سے محتاط رہیں؟'' اس نے جیسے تصدیق چاہی تھی۔

''ہاں! کیا نہیں کہنا چاہیے تھا؟'' وہ پزل ہوئی۔

وہ اگلے چند لمحوں تک کچھ کہہ نہ سکا۔ وہ اسے

www.zemtime.com

حیران کر رہی تھی۔ بہت زیادہ حیران کر رہی تھی۔
''اور جو بات وہ کر رہے تھے۔'' دانستہ رک گیا۔
''کون سی بات؟'' بھنویں سکیڑ کر فارس کو گھورا۔ پہیلیوں میں باتیں کیوں کرتا تھا وہ؟
''انہوں نے تم سے کہا یو شڈ بی کیئر فل آف یور ہزبینڈ۔''
''ہاں وہ تو میں شروع سے بہت ''کیئر فل'' ہوں۔'' ایزی ہو کر بہت مطمئن لہجے میں بولی۔
فارس اسے دیکھ کر رہ گیا۔
''وہ تو ایسے بات کر رہے تھے جیسے تم کوئی سیریل کلر ہو اور مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ مجھے علم نہ ہو؟'' تائید کے لیے اس کی طرف دیکھا مگر دوسری طرف تو ایک گہرا سکوت تھا، تعجب تھا، حیرانی تھی۔ صدمہ تھا۔
وہ ایسی کیوں تھی؟ ڈاکٹر مصطفیٰ کی نواسی۔ وہ ایسی کیوں تھی؟ اپنی تمام تر ناراضی کے باوجود اس نے گردیزی صاحب کو اس کا ویک پوائنٹ نہیں دیا تھا۔ اس نے ثابت کر دیا تھا وہ اس کی ہی بیوی تھی۔ اس کے ساتھ ہی کھڑی تھی۔ اتنا کچھ ہو جانے کے باوجود۔ اتنی اذیتیں۔ اتنا درد۔ اتنے غم سہنے کے باوجود۔ اتنے اختلافات کی زد میں رہتے ہوئے بھی۔ اسے اپنا فیصلہ سنا کر۔ اپنی ناراضی پر قائم ہو کر بھی وہ اس کے ساتھ ہی تھی۔ اپنے اندر اسے یک دم سکون سا اترتا محسوس ہوا۔
''لیکن ان کی یہ بات تو ٹھیک ہے، تم مجھے نہیں جانتیں۔''
ایک بار پھر اسے ٹٹولا کہ شاید کہیں تو اس کے اندر شک و شبہات کے سائے ہوں گے۔ کہیں تو اسے کوئی ایسی بات ملی ہو گی جس نے اس کے اندر کا سکون مٹایا ہو گا، احساسات جلائے ہوں گے۔ مگر.....
''میں نے تمہیں جان کر کیا کرنا ہے؟'' وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے لاپروائی سے پوچھ رہی تھی صحیح معنوں میں لاجواب اب ہوا تھا۔
''میں نے کون سا تمہارے ساتھ ساری عمر کے لیے رہنا ہے۔''
ایک ادا سے اپنے بالوں کو جھٹکا، باتوں باتوں میں آدھی پلیٹ خالی ہو چکی تھی۔
فارس کے لیے مسکراہٹ چھپانا مشکل ہو گیا تھا۔ ''یہ تو تم نے بالکل ٹھیک کہا۔''
''میں ہمیشہ درست بات کہتی ہوں۔''
اسے اندازہ ہی نہیں تھا وہ انجانے میں اس کے دل سے کتنا بھاری بوجھ ہٹا چکی تھی۔
اب وہ مزے سے کھا رہی تھی، کچھ دیر بعد نگاہوں کی تپش کا احساس کر کے اس کی طرف گردن موڑی۔
سیٹ آرم ریسٹ پر کہنی ٹکائے، بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو اپنے ہونٹوں پر ٹھہرائے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ بہت نرمی سے اور بے انتہا انسیت کے ساتھ۔
وہ اس بزنس کیبن کی واحد مسافر تھی جو اپنی سیٹ پر آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔
''تم مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟'' مشکوک ہو کر گھورا۔
''کیسے دیکھ رہا ہوں؟''
''جیسے دیکھ رہے ہو۔''
''وہی تو۔ کیسے دیکھ رہا ہوں؟''
''سوال میں پوچھ رہی ہوں تم سے۔'' وہ چڑ گئی۔
''کین آئی آسک یو سمتھنگ؟'' (کیا میں تم سے کچھ پوچھ سکتا ہوں) چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔
''شیور۔'' (بالکل) ایک ہاتھ میں پلیٹ اور دوسرے ہاتھ میں فورک اٹھائے اجازت دی۔
''وائے آر یو سو کیوٹ؟'' (تم اتنی پیاری کیوں ہو؟)
اور وہ جو سوچے ہوئے تھی کہ کبھی بھی اس کی کسی

www.zemtime.com

بھی بات پر کسی بھی طرح کاری ایکشن نہیں دے گی تو سچ مچ میں بلش کر گئی۔ سٹپٹا کر پلیٹ رکھ دی۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کا رخ موڑا۔

"کہیں اور دیکھو تم۔"

وہ ہنس دیا۔

خود کھڑکی کی طرف ہو کر پلیٹ قریب کر لی۔ دل دھک دھک کر رہا تھا۔ آواز کانوں میں بھی گونج رہی تھی۔ جہاز میں بھی گونج رہی تھی۔ اسے لگا یہ دھک دھک فارس بھی سن رہا ہے۔ مسافر بھی سن رہے ہیں۔

"آر یو آل رائٹ۔" وہ ہنسی ضبط کیے پوچھ رہا تھا۔

"پلیز، مجھے ڈسٹرب مت کرو۔" کہہ کر اپنی شکل پھر سے گم کر لی۔

"بھلا جس کے پاس جنت ہو۔ اسے اینٹی ڈپریسنٹ کی کیا ضرورت؟"

وہ مسکراتے ہوئے سر جھٹک کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

پاکستان پہنچتے ہی اس نے پہلے تو اچھی خاصی نیند لے کر اپنی سفری تھکان اتاری اور اس کے بعد فرصت سے اپنی شاپنگ دکھانے مسز شیرازی کے بیڈ روم میں پہنچ گئی۔

اپنے کپڑے، کوٹ، اسٹالر کے بجائے اسے بچے کے لیے کی جانے والی شاپنگ دکھانے کا زیادہ شوق تھا۔ اب تک اس نے جتنی بھی چیزیں خرید رکھی تھیں، وہ سب کی سب بیڈ پر پھیلا دیں۔ وہ ایک ایک چیز اٹھائی جا رہی تھی اور انہیں دکھاتے ہوئے بتائی جا رہی تھی کہ اس نے یہ کب اور کہاں سے لی تھیں۔ فارس کے ساتھ کی جانے والی سب سے پہلی شاپنگ تو یادگار سی تھی۔ اس دن جو کچھ وہ انہیں نہیں دکھا سکی تھی تو آج دکھا رہی تھی۔

مسز شیرازی آنکھوں میں خوشی کی رمق لیے بہت محبت سے ایک ایک چیز ہاتھوں میں لیتے ہوئے اسے بھی دیکھ رہی تھیں۔

لندن کی فضا نے جنت پر اچھا اثر چھوڑا تھا۔ صحت کچھ بہتر ہو گئی تھی۔ حلقے کم ہو گئے تھے، چہرہ فریش بھرا بھرا سا لگ رہا تھا۔ اب وہ مسکراتی تھی تو آنکھیں بھی چمک اٹھتی تھیں۔ مزاج میں جیسے ایک ٹھہراؤ سا آ گیا تھا۔ اس کا خوف ختم ہو چکا تھا۔ واہمے مبہم ہو گئے تھے۔ وہ پہلے سے بہتر تھی۔ اور بہت زیادہ بہتر تھی۔ دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے انہوں نے ان کے تعلقات کی مزید بہتری کی دعا کی۔

اس نے بیگ سے سیاہ شاپنگ بیگ نکالا۔

"یہ کب لیا؟" ذرا حیران ہوئی کہ اسے یاد نہیں تھا۔ نہ پہلے اسے دیکھا تھا۔ کھولا تو اندر سفید رنگ کے ننھے ننھے سے موزے، جوتے، اونی کیپ اور لباس تھا، فیڈر بھی سفید رنگ کا۔ کیا یہ فارس نے لیے تھے؟ آنکھوں میں اشتیاق لیے کپڑوں کو ہاتھوں میں لیا۔ اتنی نرم و ملائم چیزیں۔ اس نے فوراً سے اٹھا کر مسز شیرازی کو دکھائیں اور وہ اپنی جگہ ساکت ہو گئیں۔

"یہ یقیناً فارس نے لیے ہیں۔ کتنے پیارے ہیں نا؟" وہ کہہ رہی تھی۔ ان کی پلکیں لرزیں۔ ان کے لب کپکپائے۔ ان کے سینے پر ایک بھاری بوجھ آ کر ٹھہر گیا۔

جنت نے چھوٹا سا منی کچن سیٹ نکالا۔ "یہ اس نے بہت جلدی لے لیا ہے۔" وہ کہہ کر ہنسی۔

مسز شیرازی کو لگا وہ سانس نہیں لے سکیں گی۔ جو کپڑے ہاتھ میں تھے، ان پر گرفت بڑھ گئی۔ آنکھیں مکمل نم۔ وجود اندر تک ویران ہو گیا۔

"پتا نہیں اس نے کب لیے؟" سر اٹھا کر مسز شیرازی کی طرف دیکھا۔ ان کے بدلتے تاثرات اسے پریشان کر گئے۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اٹھ کر ان کے پاس آ گئی۔

انہوں نے گہری سانس لیتے ہوئے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔ "ہاں ٹھیک ہوں۔"

www.zemtime.com

اس نے فوراً ہی گلاس میں پانی ڈال کر انہیں دیا۔ چند گھونٹ لینے کے بعد وہ وقفے وقفے سے گہری سانسیں لیتی رہیں۔

''آنٹی!'' ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے فکرمندی سے انہیں دیکھا۔

''ٹھیک ہوں میں، ایسے ہی ذرا دل گھبرا گیا۔''

''آپ آرام کریں۔ میں بھی تو کب سے آپ کا سر کھا رہی ہوں۔'' شرمندہ ہو کر ساری چیزیں سمیٹنا شروع کیں۔

''ایسا نہیں ہے بیٹا۔'' انہوں نے روکنا چاہا۔

''بس باقی کی شاپنگ کل دیکھ لیں گے۔''

انہیں احتیاط سے بیڈ پر لٹایا۔ بہت محبت اور فکرمندی سے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

''تھک گئی ہوں شاید اس لیے۔'' ان کی آواز آنسوؤں سے رندھی ہوئی تھی۔

''میں فارس کو بلاتی ہوں۔'' اٹھ کر جانے لگی تو انہوں نے ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

''پریشان ہو جائے گا وہ۔ آرام کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔''

وہ ان کے گرد بازو ڈالے ان کے برابر میں ہی لیٹ گئی تھی۔

''آپ سو جائیں اب۔'' ان کے کندھے پر اپنا سر رکھا۔ انہوں نے خود کو پرسکون کرتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ تب تک ان کے پاس رہی جب تک کہ وہ سو نہیں گئیں۔ احتیاط سے اٹھ کر لیمپ آف کر دیا اور بے آواز قدموں کے ساتھ باہر آ گئی۔ چند لمحوں تک وہاں کھڑی رہی۔

پھر اس نے راہداری کی جانب دیکھا۔ آہستگی سے قدم اٹھاتی سیڑھیوں تک آئی۔ سر اٹھا کر بہت اوپر تک دیکھا۔ صبح اس کے بیدار ہونے سے پہلے ہی فارس اپنے آفس چلا گیا تھا۔ اور وہ بھی دوپہر تک بڑے دھڑلے سے اپنے نئے کمرے میں سامان سمیت شفٹ ہو گئی تھی۔ نہ آمنا سامنا ہوا تھا۔ نہ میسج پر کوئی بات ہو سکی تھی۔ واپسی پر کچھ وقت مسز شیرازی کے ساتھ گزار کر وہ دوبارہ اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا۔

وہ پہلے بھی ایسا ہی تھا۔ ایسے ہی کرتا تھا مگر جانے کیا بات تھی اس کے رویے کا یہ بدلاؤ اسے بہت زیادہ محسوس ہوا تھا۔ ممکن ہے اس کی طبیعت ٹھیک نہ ہو۔ یا وہ اپنے کاروباری معاملات کو لے کر کچھ پریشان ہو؟

نچلا لب کاٹتے ہوئے وہ اسٹینڈ پر ہاتھ رکھے چند لمحوں تک کھڑی رہی۔ پھر کچھ سوچ کر سیڑھیاں چڑھتی اوپر آ گئی۔ اب تک یقیناً وہ سو چکا ہو گا مگر تسلی کر لینے میں کوئی حرج تو نہیں؟

راہداری کے آخر میں سٹنگ ایریا کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ پردے ہوا سے لہرا رہے تھے۔ اس نے محتاط ہو کر آہستگی سے بیڈروم کا دروازہ کھول دیا۔

وہ شاور لے کر ابھی باہر نکلا تھا، اور وارڈ روب کے سامنے کھڑا شرٹ پہن رہا تھا۔ مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

''تم یہاں۔'' وہ حیران ہوا تھا۔ جنت بری طرح سے پھنس گئی۔ خیال تھا، وہ سو رہا ہو گا تو ایک نظر دیکھ کر چلی جائے گی مگر.....

''وہ میں..... اپنی چیزیں لینے آئی تھی۔''

شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے کچھ حیرت سے اسے دیکھا۔

''شیور۔''

وہ ذرا کنفیوژ سی اندر داخل ہوئی۔ ٹھیک ہے جب وہ صبح سے اسے نظر انداز کر رہا تھا تو ایسے میں منہ اٹھا کر اس کے کمرے میں آنے کی کیا تک بنتی تھی؟ اندر ہی اندر خود کو ملامت کرتے ہوئے وارڈ روب ایک طرف سلائڈ کی۔ خانے مکمل خالی تھے۔ اس کا ضروری سامان تو آج صبح ہی نیچے منتقل ہو چکا تھا۔ یاد آنے پر نچلا لب کاٹ ڈالا۔ پھر دوسری سلائڈ کھولی۔ وہ بھی خالی ملی۔ اللہ کچھ تو نظر آ جائے جسے دکھا کر وہ کہے کہ ہاں وہ اس کے لیے آئی تھی۔

تیسری میں تو فارس کے کپڑے، گھڑیاں،

www.zemtime.com

جوتے اور ٹائیاں وغیرہ رکھی تھیں۔ اف.....

وہ اپنے نم بالوں کو تولیے سے خشک کرتا اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ وہ آئینے میں اس کا عکس واضح دیکھ سکتی تھی مگر دیکھنا نہیں چاہ رہی تھی۔

''یہاں نہیں ہے۔'' پھنسی پھنسی سی آواز حلق سے نکلی۔ مڑ کر جانا چاہا تو وہ راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

''مجھے بتاؤ، میں مدد کرتا ہوں۔''

''نہیں..... وہ میں نے..... شاید کہیں رکھ دیا ہوگا۔ وہ..... میری وائٹ کلر کی شرٹ تھی۔ وہی نہیں مل رہی تھی۔''

''بس وہی شرٹ ڈھونڈنے آئی تھیں؟'' نظر جھکی ہوئی تھی تو اس کی آنکھوں کے تاثر سے لاعلم تھی۔ لیکن لہجے میں جو شرارت تھی وہ چھپی نہیں رہ سکی تھی۔

''ہاں تو اور کیا چاہیے ہوگا مجھے؟'' اس کی بائیں طرف سے کھسکنا چاہا تو وہ ایک بار پھر اس کے راستے میں آ گیا۔ وہ بے طرح سے روہانسی ہوئی مگر اوپر سے بالکل ظاہر نہیں ہونے دیا۔

انگوٹھے سے انگلی کے پور کو کھرچتے وہ اب سر جھکائے کھڑی تھی اور وہ قدرے غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

میک اپ سے مکمل عاری چہرہ، بالوں کو بس یونہی لپیٹ سمیٹ کر ایک میسی سا بن بنایا ہوا تھا۔ کچھ لٹیں گالوں کے اطراف ہلکا سا خم لیے گردن کو چھو رہی تھیں۔ شکن لیے سفید رنگ کی لمبی سی ڈھیلی ڈھالی شرٹ۔ جس کی جیبوں میں غالباً بادام بھرے ہوئے تھے۔ آج صبح کھاتے ہوئے نظر آئی تھی۔ نیلگوں پاجامہ۔ گلے میں جھولتا دوپٹہ کسی اور رنگ کا تھا، سلیپرز کسی اور رنگ کے تھے۔ اس کا اپنا اب کوئی اور رنگ ہو رہا تھا۔ وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔

''میرا تو اپنے کمرے میں بالکل دل نہیں لگ رہا۔ تمہارا لگ رہا ہے؟'' سینے پر بازو باندھے انتہائی سنجیدگی سے پوچھا۔ جنت کی دھڑکن مس ہوئی۔ سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

بے خوابی کا شکار آنکھیں، ہلکی سی بڑھی ہوئی شیو، لبوں پر مسکراہٹ، آنکھوں میں نرمی، لہجے میں حزن، اور تاثرات میں مبہم سی اداسی لیے وہ اسے نرمی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نظریں جھکا گئی۔

''ہاں، میرا تو بہت دل لگ رہا ہے۔'' اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے تیزی سے کہا۔

''پھر تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''

''جی؟'' چونک کر سر اٹھایا۔ شرارت بھری آنکھیں اس پر جمی ہوئی تھی۔ وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

''بتایا تو ہے، شرٹ لینے آئی تھی۔'' جواب دے کر دوسری طرف سے نکلنا چاہا مگر فارس نے بازو پھیلا کر روک لیا۔

''کیا ہے۔'' وہ زچ ہوئی۔

وہ چند لمحوں تک اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

''اب دل میں جگہ نہیں دے سکتیں تو اپنے کمرے میں ہی دے دو۔'' بہت چاہت سے مطالبہ کر کے اس کی دھڑکنوں کو منتشر کر دیا۔

فارس کے عقب میں اور بالکل سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا سفید کیچر اس کی نظروں میں آ گیا۔

''وہ رہا۔'' ایک دم سے اشارہ کیا تو فارس نے بے اختیار پیچھے دیکھا۔ وہ اس کی بائیں طرف سے نکل گئی۔ لپک کر ڈریسنگ ٹیبل سے اپنا کیچر اٹھا لیا۔

''یہ رہ گیا تھا۔'' دکھا کر کہا۔

''تم وائٹ شرٹ کے لیے آئی تھیں۔'' سینے پر بازو باندھ کر اسے یاد دلایا۔

''اس کے لیے بھی آئی تھی۔'' وہیں کھڑے کھڑے کیچر اپنے بالوں میں پھنسا لیا۔ کہ جیسے اس کے بغیر تو رات بھر اسے نیند ہی نہ آتی۔

''اچھا اور کس کے لیے آئی تھیں؟ ہو سکتا ہے تمہاری اس لسٹ کے آخر میں کہیں میرا نام بھی ہو۔'' محظوظ ہو کر پوچھا۔

''تمہارا نام میری لسٹ میں ہے ہی نہیں۔'' تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ وہ دھیرے

www.zemtime.com

سے مسکرا کر رہ گیا۔

سیڑھیاں اتر کر راہداری کی طرف جاتے ہوئے اس نے فرصت سے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔ آخر وہ اس کے کمرے میں گئی ہی کیوں؟ آخر کیوں؟ خود کو اندر ہی اندر ڈھیر سارا ڈانٹا۔ رخ کچن کی طرف تھا۔ بیچ راستے میں یاد آیا کمرہ اس طرف نہیں ہے۔ راہداری میں داخل ہوئی تو سیدھا اسٹوڈیو میں پہنچ گئی۔ وہاں سے جھنجھلا کر اپنے کمرے میں واپس آئی۔

دروازہ بند کر اپنے دونوں ہاتھ دہکتے گالوں پر رکھے۔

''میرا تو اپنے کمرے میں بالکل دل نہیں لگ رہا۔ تمہارا لگ رہا ہے؟'' یوں لگا جیسے اس نے قریب آ کر ایک بار پھر سوال دہرایا ہو۔

دل دھڑک اٹھا۔ احساسات عجیب ہونے لگے۔ اسے پہلے غصہ آتا تھا۔ اب تو برا بھی نہیں لگا تھا۔

''دل میں جگہ نہیں دے سکتیں تو اپنے کمرے میں ہی دے دو۔''

گال سے ہاتھ ہٹا کر۔ پھر اپنے احساسات سے الجھ کر اپنی پیشانی کو چھو کر تسلی کی کہ طبیعت تو ٹھیک ہے؟ پھر دل ایسے کیوں دھڑک رہا ہے؟

گہری سانس لے کر خود کو اس کی ہیزل آنکھوں کے اثر سے نکالا پھر جیب سے بادام نکال کر منہ میں ڈالتی کھڑکی کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

☆☆☆

وہ ٹریک سوٹ میں ملبوس پچھلے ایک گھنٹے سے جاگنگ ٹریک پر تھا۔ شرٹ کمر سے چپکی ہوئی تھی۔ بال پسینے سے بھیگ رہے تھے۔ چہرے پر سرخی تھی اور سانسیں چڑھی ہوئی تھیں۔

صبح کا اجالا پھیل چکا تھا۔ دھوپ میں سبزہ چمک رہا تھا۔ روڈ پر بھی آمد و رفت نظر آنے لگی تھی۔ ایئر فونز کان سے نکال کر جیبوں میں اڑستے ہوئے وہ بنچ پر بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر تک اس کی نگاہیں سبزے سے ہوتی ہوئی جاگنگ ٹریک کے اس پار آہنی باڑ پر جمی رہیں۔ اس نے کلائی موڑ کر وقت دیکھا اور پھر اٹھ کر گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔

گھر میں معمول کی طرح زندگی بیدار ہو چکی تھی۔ اس نے شاور لے کر کپڑے بدلے۔ فریش ہو کر نیچے آیا تو کچن میں ناشتے کا انتظام ہو رہا تھا۔

وہ سیدھا اپنی ماں کے کمرے میں گیا۔ کچھ دیر تک ان کے پاس بیٹھا رہا۔ منتظر نگاہیں بار بار دروازے کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔ جنت ابھی تک نہیں آئی تھی۔

مسز شیرازی نے پوچھا تو وہ اٹھ گیا۔ ''میں دیکھتا ہوں اسے۔''

کمرے سے نکل کر دائیں جانب اسٹوڈیو کے برابر میں سامنے والا کمرہ اس کا تھا۔ وہ آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔

پردوں کی درز سے جھانکتی تیز روشنی میں وہ اسے بیڈ پر دکھائی دی۔ کشنز کے ڈھیر میں وہ اس قدر سکون سے سو رہی تھی کہ اسے جگانے کا ارادہ ترک کر کے وہ کھڑکیوں کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ ذرا سے پردے سرکا کر سوئمنگ پول کے اس پار دیکھا۔ گزشتہ شب کا واقعہ یاد آیا تو مسکراہٹ لبوں کو چھو کر گزری۔ مڑ کر کمرے کا جائزہ لیا۔ بہت سی اشیاء سیٹ ہو چکی تھیں۔ اور کچھ سامان ابھی بھی صوفے پر، اور بیگز میں رکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ کمرے کی ترتیب اور سجاوٹ سے اندازہ ہو رہا تھا، ہر چیز بہت چاہت سے منتخب کی گئی تھی، ہر رنگ بہت سوچ کر چنا گیا تھا۔ کھڑکیوں کے پردے، دیواروں کی پینٹنگز، گلدان۔ قالین۔

ایسے ہی ایک بار اس نے بیڈ روم سجایا تھا اور پھر اس کے رویے سے دل برداشتہ ہو کر اپنی پسند اور مرضی کی ہر ایک شے اس نے کمرے سے نکال بھی دی تھی۔ تب اس نے پردے، پینٹنگز، بیڈ شیٹس، اس کے کپڑوں کی ترتیب، دراز میں رکھی اس کی گھڑیوں اور ٹائیوں کی سیٹنگ کو بھی اپنی مرضی سے بدل ڈالا تھا۔ وہ جیسے اس کا ہر کام اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی

www.zemtime.com

تھی۔ اس کی ضرورت، اس کی چاہت ہونا چاہتی تھی۔

گہری سانس لے کر اس نے ایک طائرانہ نگاہ کمرے میں دوڑائی۔ جہاں سب کچھ تھا مگر وہ نہیں تھا۔ نہ اس کی کوئی چیز تھی۔ نہ جگہ تھی۔ لندن میں انہوں نے سب کچھ ایک ساتھ شیئر کیا تھا۔ مگر یہاں آکر جیسے ایک بار پھر ایک خلا سا آ گیا تھا۔ یہ اس کا خیال تھا۔ مگر یہ خیال غلط تھا۔ تمام تر کوششیں اس کی طرف سے تھیں۔ جنت کمال نے قدم نہیں بڑھائے تھے۔ وہ ایک فاصلہ سے قائم رکھے جہاں تھی، ابھی بھی وہیں نظر آ رہی تھی۔

نیند میں ذرا سا کسمساتے ہوئے اس نے کروٹ بدل کر آنکھیں کھولیں تو وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ بھی مندی مندی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ سستی اور طبیعت کا بوجھل پن ایسا کہ اٹھنے کو اب بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔

''گڈ مارننگ۔'' کھڑکی کے پردے کھینچ کر وہ اس کے پاس آ گیا۔

آسمانی رنگ کی جینز پر سیاہ اور سفید امتزاج کی شرٹ جس کا ہوڈی گردن پر تھا۔ آستینیں کہنی تک مڑی ہوئی تھیں۔ ہر اسٹائل سے مکمل عاری بال جو پیشانی پر بکھرے تھے۔ دیوار گیر کھڑکیوں کی دھوپ اس کے بالوں پر پڑ رہی تھی۔

''کیا ٹائم ہو رہا ہے؟'' اس نے آنکھیں مسل کر اور پیشانی رگڑ کر پوچھا۔

''ناشتے کا ٹائم ہو رہا ہے۔'' فارس نے جھک کر ہاتھ بڑھایا جسے کسل مندی سے تھام کر وہ اٹھ بیٹھی۔

''رات تم دیر تک جاگتی رہیں۔''

''نیند نہیں آ رہی تھی۔''

ایک مبہم سی مسکراہٹ فارس کے لبوں کو چھو کر گزری۔

''کل رات کوئی کہہ رہا تھا اس کا اس کمرے میں بہت دل لگ رہا ہے۔'' اس نے مذاق اڑایا۔

جنت گڑبڑا کر رہ گئی۔

''نیند کا دل لگنے سے کیا تعلق ہے بھلا؟'' تپ کر پوچھا۔

''تعلق ہے..... اور بہت گہرا تعلق ہے۔'' وہ صوفے پر جم کر بیٹھ گیا۔ ''میرے کمرے میں تو ادھر تکیے پر سر رکھا اور ادھر نیند آ گئی۔'' ٹانگ پر ٹانگ جمائے میگزین اٹھا لیا۔

''وہ تو میں اس لیے سو جاتی تھی کیونکہ تم میرا سر بہت کھاتے تھے۔''

فارس نے میگزین کے صفحے الٹتے ہوئے نگاہ اٹھائی۔

''ایک ذومعنی کے منہ سے یہ بات سن کر عجیب لگ رہا ہے۔''

جنت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ جبڑے بھنچ گئے، مٹھیاں بند ہو گئیں۔ اس کے یہ تاثرات انتہائی سنجیدگی سے ملاحظہ فرمائے گئے۔

''کیا ڈاکٹر آمنہ نے تم کو یہ نہیں بتایا غصہ تمہاری صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔'' میگزین رکھ کر بولا۔

''کیا آنٹی نے تم سے یہ نہیں کہا، مجھے غصہ مت دلایا کرو؟'' آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یاد دلایا۔ لندن میں دو تین بار تو وہ اس کی شکایتیں لگا کر مسز شیرازی سے ڈانٹ پڑوا چکی تھی۔

''میں جسٹ ایک بات کرتا ہوں اور تمہارا پارہ چڑھ جاتا ہے۔''

''صرف بات کرتے ہو؟ صرف بات؟'' لہجے میں غصہ، حیرت، صدمہ سب در آیا۔

''ہاں! فار ایگزامپل اگر میں تم سے یہ کہوں تم اس طرح۔ نیند میں اٹھ کر۔ اور اس اول جلول سے حلیے میں بھی بہت خوب صورت لگ رہی ہو تو تمہیں اس بات پر بھی غصہ چڑھ جائے گا۔''

اور جنت کمال کے تاثرات، احساسات، جذبات ایک دم سے بدلے۔ بنجر ویران سرزمین یکا یک سبزہ زار ہو گئی۔ چہرے پر ایک دم سے سرخی

www.zemtime.com

دوڑی۔ غصہ کہاں گیا۔ پتا نہیں؟ بات کیا ہو رہی تھی۔ اندازہ نہیں۔ دماغ نے جھنجھوڑ کر دل کو پٹخا، بار بار پٹخا۔ لفظ ''اول جلول سے حلیے پر'' توجہ دلانے کی کوشش کی۔ فارس کی چالوں کا احساس دلایا، ماضی کا حوالہ دیا۔ دردناک قصے سنائے تب جا کر محترمہ کو ہوش آیا۔

''تم۔ بس تم جاؤ یہاں سے۔'' بازو سے پکڑ کر اسے صوفے سے اٹھایا۔ پورا زور لگا کر کھینچتے ہوئے دروازے تک لائی۔

''دیکھا۔ اب یہ بات ہے، مجھے کمرے سے نکالنے والی؟'' وہ دروازے میں ہی ایستادہ ہو گیا۔

''میں تمہیں نکال نہیں رہی۔ جانے کا کہہ رہی ہوں۔'' روہانسا ہو کر وضاحت دی۔

''دونوں میں فرق کیا ہے؟''

''دونوں میں فرق میرا سر ہے۔'' جھنجھلا کر کہا۔

''کیا سر میں دماغ بھی ہے؟''

''اللہ مجھے صبر دے، اللہ مجھے صبر دے۔'' اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

وہ زیر لب بڑبڑاتے ہوئے پاؤں پٹختی واش روم میں گھس گئی۔

''اوہ ہاں یاد آیا۔ ذومعی کا تو دماغ نہیں ہوتا۔'' بلند آواز میں کہا۔ واش روم میں کوئی چیز فرش پر ٹھاہ کر کے گری تھی۔ وہ کمرے کا دروازہ بند کرتا مسکراتے ہوئے پلٹ گیا۔

اور واش روم کے اندر آئینے کے سامنے کھڑی جنت کمال اپنے اول جلول سے حلیے کو دیکھ رہی تھی۔ اور بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

ناشتے کی میز پر اسے اندازہ ہوا آج فارس کا آفس جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ چند ایک فون کالز اٹینڈ کرنے اور کچھ ضروری ہدایات یہاں وہاں دینے کے بعد اس نے اپنا موبائل فون بھی آف کر دیا۔ اب وہ جہاں جہاں جاتی تھی، وہ اپنی شرٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

''کیا ہے؟'' چڑ کر پوچھا۔

''میں تو بس ٹہل رہا ہوں۔'' اس نے کندھے اچکائے۔

''تو کہیں اور جا کر ٹہلو۔''

مگر وہ کہیں نہیں گیا۔

''تمہیں پتا ہے، آج میں آفس کیوں نہیں گیا؟''

''کیوں نہیں گئے؟''

''کیونکہ آج سے تم جم میں میرے ساتھ ورک آؤٹ کرنے والی ہو۔''

جنت کی آنکھیں پھیلیں۔ ''مجھے تمہاری طرح کوئی مسلز نہیں بنانے۔ میں آل ریڈی بہت اسمارٹ ہوں۔'' فوراً سے کہا۔ مگر فارس نے جیسے اس کی بات نہیں سنی۔

''ہر ٹرائمسٹر کے لیے سیف ایکسرسائز جو تم آرام سے کر سکو گی۔''

''لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔''

''ضرورت ہے۔''

''میں پریگننٹ ہوں۔ بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔'' اس کی آنکھوں میں تشویش نمایاں ہوئی تھی۔

''جہاں میرے جیسا پرسنل ٹرینر ہو۔ جو بچے کا باپ بھی ہو۔ وہاں بھلا تمہیں کیا مسئلہ پیش آ سکتا ہے۔''

''یہی تو اصل مسئلہ ہے۔'' دانت پیس کر کہا۔

وہ مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامے گراؤنڈ فلور پر اپنے جم لے آیا۔ ایک لمبا سا ہال جو ہر طرح کی ایکو پمنٹ سے بھرا ہوا تھا۔ وہ گلاس والز سے اسے ورک آؤٹ کرتے ہوئے جھانک لیتی تھی مگر اندر کبھی نہیں گئی تھی۔ اب اندر آ گئی تھی تو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا باہر کیسے نکلے۔ سلائڈ ڈور بند کر کے فارس اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''چلو، اب شروع کرتے ہیں۔''

وارم اپ کے بعد اس نے سب سے پہلے

www.zemtime.com

کارڈیو ورک آؤٹ کروانا شروع کیا اور جنت کچھ بے دلی اور جھنجھلاہٹ سے اس کی انسٹرکشنز پہ یہ سوچ کر عمل کرتی رہی کہ بس دس پندرہ منٹ تک ایکسرسائز کروائے گا اور پھر چھٹی ہو جائے گی۔ مگر اس کی حیرت اور صدمے کی انتہا نہ رہی جب وہ دورانیہ بڑھاتا گیا۔ اوپر سے ذرا ذرا سی غلطی پر ڈانٹ الگ سے پڑ رہی تھی۔

''ایسے ایکسرسائز کرتے ہیں؟''

''ہاتھوں میں جان نہیں ہے کیا؟''

''یہ کیا کر رہی ہو؟''

''آر یو ڈیڈ؟؟'' (کیا تم مر چکی ہو)

وہ اچھا خاصا تپی ہوئی تھی مگر تحمل سے سب سنتی سہے جا رہی تھی۔

''دوسروں کے شوہروں کی بیویاں پریکٹس ہوتی ہیں تو وہ کہتے ہیں ہل کر پانی بھی مت پیو اور ایک تم ہو۔''

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد بنچ پر ورک آؤٹ کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''ذرا بتاؤ تو یہ کون سے مرد ہیں جو کہتے ہیں ہل کر پانی بھی مت پیو۔ میں تو ایسے کسی مرد کو نہیں جانتا۔'' اس کے پاس کھڑا واچ بینڈ پر سیکنڈز کے حساب سے ٹائم دیکھ رہا تھا۔

''ہاں تو تم اپنے جیسوں کو ہی جانتے ہو گے نا۔'' تپ کر بولی۔ ''کھڑوس۔ بے رحم۔ ظالم۔'' بقیہ لفظ زبان میں ادا کیے۔

''کچھ کہا؟''

''تمہاری تعریف کر رہی تھی۔''

''اونچی آواز میں کرو ذرا میں بھی سنوں۔''

دانت پیسے۔

''اب بس۔ میں بہت تھک چکی ہوں۔'' اس نے ہاتھ اٹھا لیے۔

''پانچ منٹ باقی ہیں۔'' اس نے سختی دکھائی۔

وہ روہانسی ہوئی۔ پانچ منٹ بڑی مشکل سے گزرے۔ دو منٹ کا وقفہ ملا تو گہری سانس لیتی بنچ پر بیٹھ گئی۔ سر درد یوں بھری جیسے اس پر نہ جانے کتنا بڑا ظلم ڈھا دیا گیا ہو۔ بوتل منہ سے لگا کر دو گھونٹ لیے۔ پھر مڑ کر فارس کو دیکھا۔

وہ سامنے ہی سیاہ میٹ پر کھڑا دس دس کے جی اٹھائے ہوئے تھا۔ لمحے بھر کے لیے آنکھیں پھیلی تھیں۔ دوسرے ہی پل منہ سے ماشاء اللہ نکلا تھا۔ ایسے تو نہیں وہ اتنا فٹ نظر آتا تھا۔ اور تیسرے ہی پل وہ خود سے اپنے لیے اپنی مرضی کا ورک آؤٹ منتخب کیے ریک پر پہنچ گئی۔ اس سے ساری مشکل ورزش کروائی جا رہی ہے اور خود دیکھو کتنے آرام سے ڈمبل اٹھا رہا ہے۔ آسان کام اپنے لیے۔ اور مشکل کام اس کے لیے۔

اس نے بڑے سائز والا اٹھانا چاہا تو دن میں تارے دکھا گئے۔ چلو کوئی بات نہیں، شروعات کم وزن سے کر لینی چاہیے۔ کوئی مسئلہ نہیں۔ خود کو خود ہی تسلی دیتی سیدھی ہوئی اور تب ہی نگاہ فارس سے دوچار ہوئی۔ وہ دونوں ہاتھوں میں مہارت سے وزنی ڈمبل اٹھائے آرم ورک آؤٹ کرتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ ابھری جسے دبا کر رخ بدل گیا۔

اب وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھی۔ گلا کھنکھار کر گال پر بکھرتی لٹوں کو پیچھے کیا اور جیسے تیسے دونوں ہاتھوں سے پورا زور لگا کر پانچ کے جی کا ڈمبل اٹھایا۔ آنکھوں میں فاتحانہ سی چمک ابھری۔ اگلے ہی پل وہ اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر گرا، اتنی ہی زور دار آواز گونجی اور اتنی ہی سرعت سے وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹی۔ فارس اپنا ڈمبل رکھ کر تیزی سے اس کے پاس آیا تھا۔

وہ جھک کر قدموں میں دیکھ رہی تھی۔ اللہ کا شکر تھا کہ پاؤں بچ گئے تھے ورنہ اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی خود کو نقصان پہنچانے کی۔

''آر یو آؤٹ آف یور مائنڈ۔'' بازو سے پکڑ کر اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے سختی سے ڈانٹ دیا۔

''وہ..... پتا نہیں کیسے۔ ہاتھ سے چھوٹ

www.zemtime.com

گیا۔'' گھبرا کر فوراً ہی وضاحت دی۔

''خود سے چل کر تمہارے ہاتھوں میں آیا اور چھوٹ گیا؟'' اس کا پارہ چڑھ گیا تھا۔'' کچھ ہو جاتا اگر۔ چوٹ لگ جاتی تو؟''

وہ آنکھوں میں حیرانی لیے اسے دیکھ کر سہم گئی۔

''مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے تم نے مجھے تصور کر کے یہ ڈمبل گرایا ہے؟'' تیوری پر بل ڈال کر غصے سے کہا۔

''نہ..... نہیں تو.....''

''پھر یہ مجھے میرے سر پر گرتا ہوا کیوں محسوس ہوا ہے؟'' ضبط کر کے پوچھا۔

''اب اگر تم نے مجھے کچھ اور کہا نا۔ تو میں یہ سچ مچ میں تم پر گرا دوں گی۔'' اس کے تاثرات سے خائف ہو کر فوراً ہی دھمکی دی۔

''پہلے ٹھیک سے اٹھانا تو سیکھ لو بروس لی کی بہن۔'' اس کے قدموں سے ڈمبل اٹھا کر واپس اس کی جگہ پر رکھا۔ وہ بھنویں سکیڑے کھڑی رہی۔

''جو ورک آؤٹ میں نے بتایا ہے وہ کون کرے گا؟'' اپنے سینے پر بازو باندھ کر سختی دکھائی۔

''مجھے نہیں پتا اب بس۔ ختم کرو یہ سب۔''

''ابھی تو صرف تیس منٹ ہوئے ہیں۔'' بازو سے پکڑ کر اسے ٹریڈمل پر کھڑا کر دیا۔ اسے جی بھر کر رونا آیا۔ اسپیڈ ایڈجسٹ کی تو نہ چاہتے ہوئے بھی اسے آہستگی سے قدم اٹھانا پڑے۔

''تم آخر مجھے کس بات کی سزا دے رہے ہو، ہاں؟'' دس منٹ کے بعد اسپیڈ بڑھانے آیا تو پھٹ پڑی۔ مگر اسے تو جیسے کوئی آواز ہی نہیں آئی تھی۔

''کیا مصیبت ہے۔'' جھنجھلاہٹ کے عالم میں تیز تیز قدم اٹھانے لگی۔ سانس پھول رہا تھا۔ دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ مڑ کر دیکھا تو وہ اسے کہیں نظر نہ آیا۔ فوراً سے رفتار کم کی۔ سکھ بھری سانس لیتے اب مریل سے قدم اٹھا رہی تھی جب وہ کسی جن کی طرح اچانک نمودار ہوا۔

''یہ کیا ذومبی کی طرح چل رہی ہو۔'' ڈانٹ کر اسپیڈ واپس ایڈجسٹ کرنا چاہی۔ اور جنت کی تو جیسے سر پر لگی تلوؤں پر بجھی۔

''ذومبی مت کہو مجھے۔'' چیخ کر بولی۔ اگلے ہی پل اس کا رنگ اڑا۔ گھبرا کر تیز تیز قدم اٹھانا شروع کیے۔ فارس اسپیڈ بڑھا رہا تھا۔

''فارس..... فارس پلیز اسپیڈ کم کرو۔'' وہ چیخی۔ مگر اس نے تو جیسا کچھ سنا ہی نہیں۔

''ہاں تو کیا کہہ رہی تھیں آپ؟'' کنٹرول بٹن پر ہاتھ رکھے اب وہ تپا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔

''کچھ نہیں کہہ رہی تھی میں۔'' اسے بہت تیز تیز قدم اٹھانا پڑ رہے تھے۔ بس بھاگنے کی کسر رہ گئی تھی۔ پریشان ہو کر ہتھوں پر گرفت بڑھا لی کہ گر نہ جائے۔

''آنٹی.....! فارس کو دیکھیں۔'' کچھ اور سمجھ نہ آیا تو وہیں کھڑے کھڑے چلائی۔

''انہوں نے مجھے بہت بار دیکھا ہوا ہے، اب تم دیکھ لو۔'' اپنی گہری آنکھیں اس پر جمائے سنجیدگی سے کہا۔

''میں گر جاؤں گی۔''

''کیا میں اتنا ہینڈسم ہوں؟''

''فارس پلیز.....''

''نہیں گرو گی۔ یہ مناسب اسپیڈ ہے۔ شاباش تیز تیز قدم اٹھاؤ۔'' وہ کنٹرول بٹن پر ہاتھ رکھے ذرا سا پیچھے ہٹا۔

''دوبارہ ایسے نہیں کروں گی۔'' منت کر کے بولی۔ اس کی روتی شکل دیکھ کر ترس آ گیا۔ اسپیڈ کم کر دی۔

''ڈرامے کرنا کوئی تم سے سیکھے۔ پندرہ منٹ تک اب یہی اسپیڈ رہے گی۔'' تحکم سے کہہ کر وہ واپس بنچ پر جا بیٹھا۔

منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے بے دلی سے چلتی رہی۔

اللہ اللہ کر کے ورک آؤٹ ختم ہوا اور وہ تو جیسے

www.zemtime.com

رسیاں تڑا کر جم سے بھاگی۔

''آج پہلا دن ہے تو اس لیے کم وقت دیا ہے۔'' راہداری سے گزرتے ہوئے فارس نے کہا۔

''یہ کم وقت تھا؟'' جنت کی آنکھیں ابل پڑیں۔

''کارڈیو ورک آؤٹ کل ٹھیک سے کرنا ہے تمہیں۔ بائیسپ ورک آؤٹ آج دس بار کیے ہیں تو کل پندرہ دفعہ کریں گے۔ ٹریڈمل پر پچیس منٹ واک کرنا ہوگی۔ شولڈر ورک آؤٹ کا دورانیہ بھی بڑھانا ہوگا۔'' وہ ابھی سے آنے والے کل کے لیے سب ترتیب دے رہا تھا۔ اور جنت کی شکل ایسی ہو رہی تھی جیسے کسی بھی لمحے رو دے گی۔

''اللہ کرے کل اسے صبح سات بجے ہی آفس جانا پڑ جائے۔'' آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دعا کی۔

''تم نے کچھ کہا؟'' اس نے گردن موڑ کر پوچھا وہ گڑبڑا کر رکی۔ کہ دعا تو دل میں کی تھی۔ اس نے کیسے سن لی؟

''نہیں، بھلا میں کیا کہوں گی؟'' کندھے اچکا کر اپنے کمرے میں بند ہوگئی۔

☆☆☆

قرآن کی تلاوت سے فارغ ہو کر مسز شیرازی جنت کے کمرے میں آگئیں۔ نیچے شفٹ ہو جانے کا ایک یہ فائدہ ہوا تھا کہ وہ اس کے کمرے میں بآسانی آجا سکتی تھیں۔

کھڑکیوں سے سوئمنگ پول نظر آتا تھا۔ دیواروں پر دھوپ اتری ہوئی تھی۔ سبزہ روشنی میں چمک کر اور ہرا لگ رہا تھا۔ وہ اسی طرف دیکھ رہی تھیں۔

جنت مسلسل بولتے ہوئے وارڈ روب کھولے کھڑی تھی۔ وہ اس کی سن رہی تھیں۔ اسے جواب بھی دے رہی تھیں۔

وارڈ روب میں صرف اس کی چیزیں، اس کا سامان تھا۔ بچے کے لیے کی جانی والی اشیا وہ ترتیب سے نیچے رکھ رہی تھی۔

کمرہ چونکہ بڑا تھا تو دائیں طرف کا حصہ بچے کے لیے بہت خوب صورتی سے سیٹ کیا جا سکتا تھا۔

''بے بی کاٹ یہاں اچھا لگے گا۔'' انہوں نے کہا۔

''ہے نا! میں نے بھی کل رات یہی سوچا۔ اور اس دیوار کے ساتھ میں الگ سے وارڈ روب لے لوں گی۔ کپڑے، کھلونے سب ترتیب سے رکھ دوں گی۔''

انہیں ادراک ہوا، آنے والے وقت کے بارے میں اس کی سوچ کافی حد تک بدل چکی ہے۔ وہ اپنے خوف کو مٹا کر نئے خواب سجانے لگی ہے۔ انہیں اس مثبت تبدیلی پر خوشی محسوس ہوئی

''ہاں، یہ ٹھیک رہے گا۔'' وہ دل سے مسکرائیں۔

جنت ان کے پاس صوفے پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔

''سچ سچ بتائیں آپ کی کیا خواہش ہے؟''

''کس بارے میں؟''

''آپ کا پوتا ہونا چاہیے یا پوتی؟'' وہ آنکھوں میں تجسس اور اشتیاق لیے پوچھ رہی تھی۔

''مجھے بس اپنے بیٹے کی صحت مند اولاد چاہیے۔ بیٹا ہو یا بیٹی۔ اس سے فرق نہیں پڑتا۔'' انہوں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا۔

''یہ کہنے کے لیے ڈھیر سارا شکریہ۔'' ان کے گال سے گال مس کر کے کہا۔ پھر اٹھ کر دوسری اشیا سمیٹنے لگی۔ ساتھ ہی شادی کا حوالہ بھی دے رہی تھی۔

مسز شیرازی اب وارڈ روب کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ پندرہ دن فارس وجدان کی سنگت میں گزارنے کے باوجود اس نے کمرہ الگ کر لیا تھا۔ جانتی تھیں فارس اسے وقت اور سپیس دے رہا ہے۔ وہ اس پر اپنی مرضی مسلط نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ ایک آزادی تھی۔ خود سے ایک فاصلہ قائم کر کے وہ اسے اپنا فیصلہ بدلنے کا موقع دے رہا تھا۔ ان کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ ٹھہر گئی۔ مگر کچھ سوچ کر جانے

www.zemtime.com

کیوں دل اداسیوں میں گھر گیا۔ منی کچن سیٹ۔ سفید رنگ کے مخملیں کپڑے۔ آنکھوں میں اضطراب لیے انہوں نے جنت کی طرف دیکھا۔

''لندن میں فارس ٹھیک رہا؟ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟'' انہوں نے پوچھا۔

جنت رک گئی۔ گردن موڑ کر انہیں دیکھا۔ چند لمحوں تک کھڑی رہی۔ اب وہ انہیں الرجی ری ایکشن کا بتائے؟ یا سلیپنگ پلز اور انٹی ڈیپریسنٹ کا حوالہ دے؟ وہ انہیں کسی بھی صورت پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''جی وہ ٹھیک رہا، بس اسے ذرا سا زکام ہوا تھا۔ اور کچھ نہیں۔'' مسکرائی۔

وہ گہری سانس لے کر چپ ہو گئیں۔ رخ بدل کر پھر سے باہر دیکھنے لگیں۔

''کل آپ کہہ رہی تھیں مجھے پینٹنگ دکھائیں گی؟'' ان کی خاموشی اور آنکھوں سے جھلکتی پریشانی محسوس کر کے ان کے پاس آ گئی۔

''ہاں ایک مکمل کی ہے۔ کافی عرصے سے بنا رہی تھی لیکن ادھوری ہی تھی۔ تم دونوں لندن چلے گئے تو پھر فرصت سے مکمل کر لی۔''

''چلیں، پھر مجھے دکھائیں۔ تاکہ میں اسے ریٹ کر سکوں۔ ویسے تو میں آپ کی ہر پینٹنگ کو دس میں سے پورے بیس نمبر دیتی ہوں۔''

وہ ہنس دیں۔ جنت وہیل چیئر پر ہاتھ جمائے ان کے ساتھ اسٹوڈیو میں آ گئی۔

سامنے ہی دیوار پر سفید چادر میں ایک لارج سائز کی پینٹنگ دیوار کے ساتھ رکھی تھی۔ اب تک کی مسز شیرازی کی تمام پینٹنگز میں یہ سب سے بڑی تھی۔ تقریباً آدھی دیوار کور کر رکھی تھی۔

اس نے آگے بڑھ کر کپڑا ہٹا دیا، گہرے رنگوں سے مزین ایک ڈارک سی پینٹنگ سامنے تھی۔ جنت کمال دم سادھے کھڑی رہ گئی۔

سمندر کی طرف آسمان کی بلندیوں کو چھوتا ایک وسیع و عریض محل۔ لمبے مینار۔ اونچی مضبوط دیواریں۔ محل کے باہر جگہ جگہ سیاہ ہوتی گھاس سے آدھے چھپے، آدھے ظاہر ہوتے خون آلودہ نیزے، تیر، اور تلواریں۔ محل کی تمام کھڑکیاں تاریک صرف ایک کھڑکی روشن تھی۔ اس کھڑکی کی چوکھٹ پر سرخ خون ٹپک رہا تھا۔ اندر کسی کی موجودگی کا گمان بھی ہو رہا تھا۔ انگلیاں خون سے رنگی ہوئی۔ تلوار ٹوٹی ہوئی اور حفاظتی چوغہ پھٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔ انہوں نے اس قدر تفصیل اور صفائی سے ایک ایک چیز بنائی تھی کہ وہ متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکی۔

''زبردست!'' اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ ''یہ آپ نے کب بنائی؟''

''کافی عرصے سے بنا رہی ہوں۔ ہمیشہ ادھوری ہی رہ جاتی ہے۔ اب مکمل کرنے میں کامیاب ہوئی ہوں۔'' کہہ کر وہ آگے ہوئیں۔ اسے ادراک ہوا اسٹور روم میں دیوار کے ساتھ جو سفید کپڑے میں ڈھکی ہوئی چیز تھی، وہ یہی دیوار گیر پینٹنگ تھی۔

''بہت گہری ہے۔'' اس نے کہا۔ ''جیسے یہ ہتھیار۔ خون۔ دیواریں۔ اور یہ سیاہ جڑیں۔۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے ہر ایک شے کی اپنی ایک حکایت ہے۔''

''اس کی واقعی میں ایک کہانی ہے۔ سنو گی؟''

جنت نے مڑ کر انہیں دیکھا۔ ''ضرور۔'' آنکھوں میں اشتیاق لیے کہا۔

جیبوں میں ہاتھ ڈالے فارس اسٹوڈیو کے دروازے میں رکا تھا۔ دستک کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ مگر مسز شیرازی کی آواز سنتے ہی رک گیا۔

''ایک جادوگر شہزادے نے زخمی ہو کر اونچی لمبی دیواروں کے ایک مضبوط محل میں خود کو قید کر لیا۔'' انہوں نے ہاتھ سے محل کی واحد روشن کھڑکی کی جانب اشارہ کیا۔ ''اس کا بدن زخموں سے چور ہے۔ ہاتھ خون آلودہ ہیں۔ ہتھیار بھی ٹوٹ چکا ہے۔ گھوڑا بھی نہیں رہا۔''

جنت دم سادھے انہیں بہت توجہ سے سن رہی

www.zemtime.com

تھی۔

''جادوگر شاہزادے نے اپنی رہی سہی قوت مجتمع کی اور محل کی دیواروں کے ساتھ آگے خوبصورت پھول اور پودوں کو خطرناک کانٹے دار جھاڑیوں میں بدل دیا۔ رنگ برنگے پھول۔ نرم ملائم گھاس۔ اور سورج کی روشنیوں سے چمکتا سبزہ سب سیاہ ہوگیا۔ دیواروں سے وحشت ٹپکنے لگی۔ اونچا مضبوط محل ہر کسی کو خوف زدہ کرنے لگا۔''

ادھ کھلے دروازے سے انہیں دیکھتا فارس اپنی جگہ منجمد کھڑا تھا۔

''اب جب بھی کوئی خزانے کی تلاش میں محل کی حدود میں داخل ہونے کی کوشش کرتا تو اپنے اندر زندگی کی لہر لیے وہ خونخوار جھاڑیاں دیوار بن کر اسے لہولہان کر دیتیں۔ ہر طرف خوف و ہراس پھیلنے لگا۔ لوگ محل سے دور بھاگنے لگے۔''

جنت کی نگاہیں مسز شیرازی پر ٹھہری تھیں۔ اور مسز شیرازی کی نگاہیں پینٹنگ پر۔

''وقت گزرنے لگا۔ دنیا بدلنے لگی۔ صدیاں بیت گئیں۔ مگر محل کے اندر جادوگر شاہزادے کے لیے اس کا وقت رکا رہا۔ اس کے زخم۔ اس کی اذیت۔ اس کا ہر غم اس کے لیے ٹھہرا رہا۔

شاہزادے کو لگتا تھا یہ اس کی اس دنیا میں آنے کی سزا ہے یا پھر اس فتح کی۔ جو اس نے اپنا سب ختم کر کے حاصل کی ہے۔''

دروازے کے اس پار کھڑے فارس کی آنکھوں میں حزن کی ایک لہر اٹھی۔ سرخ ڈوروں میں کرب اترا۔ لب بھنچے رہے۔ درد بڑھتا گیا۔

''پھر؟'' جنت سامنے ہی فلور کشن پر بیٹھی انہیں مگن ہو کر سن رہی تھی۔

''پھر یہ کہ ایک غریب یتیم لڑکی جو جادوگر خاندان سے نہیں تھی۔ کچھ وحشیوں سے بچتی بچاتی محل کی طرف آنکلی۔ اپنی زندگی بچانے کے لیے اس نے محل میں داخل ہونے کی ٹھانی۔ مگر چونکہ وہ جادو نہیں جانتی تھی، اس لیے اس کا محل کے حدود میں داخل ہونا ممکن نہیں تھا۔

جس وقت وہ محل کی بیرونی دروازے پر وحشی درندوں میں گھری ہوئی کھڑی تھی۔ اس وقت شاہزادے نے حیران ہو کر اسے کھڑکی سے دیکھا۔

محل کے بیرونی دیوار سے اندر تک کا حصہ اپنا رنگ بدل رہا تھا۔ سیاہ گھاس ہری ہو رہی تھی۔ زمین سے پودے پھوٹ پڑے تھے۔ جس جگہ پر لڑکی کھڑی تھی، اس جگہ پر اب کوئی کانٹے دار جھاڑی نہ تھی۔ دروازے پر جو جڑیں لپٹی ہوئی تھیں وہ بھی ٹوٹ کر راکھ ہو رہی تھیں۔ دروازہ صاف ہوا تو لڑکی اندر آگئی۔ وحشی درندے اس حد سے باہر رہے۔ اندر نہ آسکے۔''

روانی سے بولتے ہوئے انہوں نے ایک لمحے کا توقف کیا۔

''جادوگر شاہزادے کے لیے وہ منظر کسی صدمے سے کم نہیں تھا۔ اس کا جادو اس لڑکی پر کسی طور اثر نہیں کر رہا تھا۔ اس کے لیے زمین ہری ہو رہی تھی۔ پھول کھل رہے تھے۔ محل صدیوں سے تاریک رہا تھا۔ مگر اب لڑکی کے آتے ہی کرنیں بھی زمین پر اترنے لگی تھیں۔

شاہزادے کو لگا، وہ لڑکی اس کے مضبوط حصار میں شگاف کر دے گی۔ جھاڑیاں روپ بدلیں گی تو دیواریں کمزور ہو جائیں گی۔ دیواریں کمزور ہو گئیں تو پھر وہ غیر محفوظ ہو جائے گا۔ اذیت۔ غم۔ اور سب ہی دکھ پھر سے آجائیں گے۔ ماضی اپنا آپ دہرائے گا۔ پھر سے جنگ ہوگی۔ پھر سے فتح ہوگی۔ اور پھر سے قید ملے گی۔

جادوگر شاہزادہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔ غصے اور انتقام کی آگ میں جھلستے ہوئے اس نے لڑکی کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔''

جنت کی سانسیں رکیں۔ تجسس کے ساتھ ساتھ خوف بھی بڑھ گیا۔ وہ جیسے ایک ایک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتی ایک ماورائی کہانی میں مکمل غرق ہو چکی تھی۔

www.zemtime.com

''پہلے پہل اس نے کوشش کی، لڑکی محل کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ مگر چونکہ جادو کا اثر اس لڑکی پر نہیں ہوتا تھا، اس لیے وہ دروازوں پر چڑھی خطرناک بیلوں کو زیادہ دیر تک اس کے راستے میں حائل نہ کر سکا۔

لڑکی جب محل کے اندر داخل ہوئی تو اس کا اٹھایا جانے والا ہر قدم خوف کی تاریکی اور وحشت کے سناٹے کو مٹاتا گیا۔ کھڑکیوں سے کرنیں اندر آنے لگیں۔ جو مخلوق تاریکی میں بسیرا کرتی تھی، وہ روشنی میں فنا ہونے لگی۔

محل کی پوری نو منزلیں تھیں۔ اور ہر منزل جادوئی سی۔ اپنے اندر بہت سے راز لیے ہوئے تھی۔

لڑکی پہلی منزل پر دس دن رہی۔ دوسری منزل پر بھی دس دن۔ تیسری منزل پر بھی دس دن۔ اور اس دوران اسے شاہزادے کی خود نوشت ملی جو وہ صدیوں سے لکھتا آ رہا تھا۔ ہر منزل پر اسے کچھ حصہ مل جاتا جسے پڑھتے ہوئے وہ ایک ان دیکھے وجود کی محبت میں گرفتار ہونے لگی۔

اسے اپنے آس پاس شاہزادے کی موجودگی کا گمان ہونے لگا تھا۔ وہ اس سے باتیں کرتی۔ آوازیں بھی دیتی۔ نغمے بھی سناتی۔ مگر کبھی جواب نہیں آتا تھا۔

''میں تمہیں بچا سکتی ہوں۔'' وہ اکثر اونچی آواز میں کہتی۔

''میں تمہیں آزاد کر سکتی ہوں۔'' وہ اسے یقین دلاتی۔

''تمہارے زخم بھر جائیں گے۔ تمہارا درد بھی ختم ہو جائے گا۔ ایک بار میرے سامنے آ جاؤ۔''

مگر شاہزادہ جو اسے ایک تھریٹ کے طور پر دیکھتا تھا وہ اس کے سامنے کیسے آ سکتا تھا؟ اس کے لیے تو وہ ایک مجرم تھی۔ سزا کی مستحق جو اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر اس کے محل میں گھس آئی تھی۔

ساتویں منزل پر پہنچتے ہی لڑکی کو احساس ہوا اس کے پاؤں زخمی ہونے لگے ہیں۔ وہ ہڈیوں میں درد محسوس کرنے لگی۔ آٹھویں منزل پر اس کی جلد پر لکیریں ابھرنے لگیں جیسے چھوٹے چھوٹے کٹ لگتے ہیں ویسے ہی۔ شاہزادے کو خوشی ہوئی کہ لڑکی کی صلاحیت بالآخر ختم ہونے لگی ہے۔ اس نے اپنے جادو کا زور مزید بڑھا دیا۔

آٹھویں سے نویں منزل پر پہنچنے تک لڑکی زخموں سے چور اور بری طرح سے نڈھال ہو چکی تھی۔ مگر اس نے ہمت نہیں ہاری۔ وہ پہلی اور آخری بار اس قلعے کے بھوت سے۔ یعنی کہ اس شاہزادے سے ملنا چاہتی تھی۔ اس نے وہ دروازہ کھولا جس میں شاہزادہ بند تھا۔ وقت کے دائرے میں قید، زخموں سے چور کسی بپھرے ہوئے شیر کی طرح سر اٹھائے کھڑا تھا۔ حملہ کرنے کو مکمل تیار۔ لڑکی کے قدم رکھنے کی دیر تھی۔ محل کی بقیہ تمام منازل کی طرح اس منزل پر بھی اس کی موجودگی کا اثر ہونے لگا۔ سیاہی مٹ گئی، اندھیرا چھٹ گیا، روشنی بکھر گئی۔ منظر صاف ہونے لگا۔ مگر یہاں ایک انہونی ہوئی۔ اس کا اثر صرف محل کے در و دیوار کو نہ ہوا بلکہ شاہزادے پر بھی ہوا۔ وقت کی زنجیر ٹوٹ گئی۔ شاہزادے کے زخم بھرنے لگے، اس کا درد ختم ہو گیا۔ اس کا جسم پھر سے صحیح اور سلامت ہو گیا۔ اور لڑکی بے جان ہو کر اس کے قدموں میں آ گری۔۔''

''آنٹی نہیں پلیز۔ سیڈ اینڈنگ نہیں۔'' فوراً ہی دکھی ہو کر کہا۔ مگر مسز شیرازی اس کہانی کی رائٹر نہیں تھیں۔ وہ اس کی اینڈنگ نہیں بدل سکتی تھیں۔

''شاہزادے کو اس آخری لمحے میں احساس ہوا کہ اپنا حصار مضبوط کرنے کے لیے وہ پچھلے نوے دنوں سے جس لڑکی کو اذیتوں سے دوچار کرتا رہا ہے۔ وہی لڑکی اس کے تمام درد اور اذیتیں اپنے وجود میں سمیٹ کر اسے اپنی آواز کا عادی بناتے ہوئے اس کے دل میں اپنے لیے محبت جگا کر ختم ہو چکی ہے۔

www.zemtime.com

وہ چپ ہوگئیں۔ جیسے کہانی بس یہیں تک تھی۔

ایک فسوں سا بندھا ہوا تھا جو ان کی خاموشی سے ٹوٹا۔ فارس کہانی کے حصار سے باہر نکل آیا۔

''ظالم شاہزادہ! نوے دن تک اس کی محبت نہیں پہچان سکا۔ گدھا۔'' جنت کو غصہ چڑھ گیا۔ وہ دکھی اختتام پر بے انتہا دکھی ہوئی بیٹھی تھی۔ مسز شیرازی مسکرائیں۔ اور باہر۔ دروازے کے پاس کھڑا فارس۔ مسکرا تک نہ سکا۔

''تمہیں شاہزادے کی سائیکالوجی بھی سمجھنی چاہیے بیٹا۔''

''میں اسے کیا سمجھوں۔ آپ یہ دیکھیں وہ لڑکی اس کا درد چننے آئی تھی آنٹی۔ اس کے لیے مرہم لائی تھی۔'' اسے بہت دکھ ہو رہا تھا۔

''مگر شاہزادے کو کیا پتا، وہ جو اپنے ساتھ لائی ہے وہ اس کا مرہم ہے؟ اس کے زخموں کے لیے ہے؟'' انہوں نے نرمی سے پوچھا۔

''اسے سمجھنا چاہیے تھا کہ لڑکی کے آنے سے پھول کھل رہے ہیں! یہ زندگی کی علامت ہے۔'' وہ اپنی بات پر ڈٹی ہوئی تھی۔

''یہی پھول اس کے جادو کا اثر ختم کر رہے تھے۔ تو وہ کیسے بھروسا کرتا؟''

وہ لاجواب ہوگئی۔ مسز شیرازی نے نرمی سے اس کی طرف دیکھا۔ دھیرے سے مسکرائیں۔

''جو لوگ بہت زیادہ حساس ہوتے ہیں، اور جنہوں نے بہت دکھ سہا ہوتا ہے وہ اپنے گرد ایسی ہی ایک دیوار کھڑی کر لیتے ہیں بیٹا۔ اور تہیہ کر لیتے ہیں کہ اب جب بھی کسی نے یہ دیوار پھلانگنے کی کوشش کی تو وہ اسے توڑ دیں گے مگر اپنی حدود میں ہرگز نہیں آنے دیں گے۔''

انہوں نے محل کی اونچی مضبوط فصیلوں کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

''خود کو کسی بھی ممکنہ اذیت سے محفوظ رکھنے کے لیے وہ یہ حفاظتی اقدامات کرتے ہیں۔ اور ان جانے میں ان لوگوں کو بھی ہرٹ کر دیتے ہیں جن کا واحد مقصد اس دیوار کو پھلانگ کر ان کے دامن سے سارے کانٹے چننا ہوتا ہے۔'' بات گہری تھی۔ اس کے دل کو لگی۔

''جب احساس ہوتا ہے تو اس وقت کافی دیر ہو چکی ہوتی ہے۔'' رک کر گہری سانس لی، پھر اس کی جانب دیکھا۔

''جادوگر شاہزادے جیسے لوگ برے نہیں ہوتے بیٹا۔ وہ اتنی بار ٹوٹ چکے ہوتے ہیں کہ انہیں جڑنے سے خوف آتا ہے۔ وہ بس کسی پر اعتبار نہیں کر پاتے۔'' بات مکمل ہو کر ختم ہوئی۔

اتری ہوئی شکل کے ساتھ اس نے رخ موڑ کر پینٹنگ کو دیکھا۔

گہرا سمندر۔ بلندیوں میں کھڑا ایک شان دار سیاہ محل۔ مضبوط دیواریں اور کھڑکی۔ جادوگر شاہزادہ کھڑکی میں تھا۔ دوسرا دروازے میں کھڑا رہا تھا۔

☆☆☆

لائم جوس گلاس لبوں سے لگائے اس نے دوسرے ہاتھ سے اپنا سیل فون کاؤنٹر ٹیبل سے اٹھالیا تھا۔ اوپن کچن سے نکل کر سیڑھیوں کی طرف جاتے ہوئے وہ چونک کر رک گئی تھی۔ نگاہیں موبائل اسکرین پر ابھرتے اس ایک جملے پر گڑ کر رہ گئیں جو پہلے اسے ایک مذاق کے سوا کچھ نہ لگا تھا۔ لیکن اگلے ہی پل ثبوت کے طور پر ارسال کی گئی اسنیپس پر نظر پڑتے ہی وہ اپنی جگہ پتھر ہوگئی۔ گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرتے ہی چھناکے سے ٹوٹا تھا۔ پہلے اس کا دل رکا تھا، پھر سانسیں بھی تھم سی گئی تھیں۔

حیرت، صدمہ، بے یقینی۔ اس نے بے اختیار دیوار کا سہارا لیا۔ ووڈن فلور نے یکایک آگ پکڑی تھی۔ گرد و نواح کی ہر ایک شے اندھیر ہوئی تھی۔

اس کا نفس پھول گیا تھا۔ آنکھوں میں وحشت اتر آئی تھی۔ اگلے ہی لمحے اس نے ہانپتے ہوئے شدید غصے کے عالم میں اپنا سیل فون سامنے دیوار پر دے مارا تھا۔ فرش پر بکھرے کانچ کے ٹکڑوں کی پروا کیے بنا دھپ دھپ قدم اٹھاتی اپنے لگژری بیڈروم

www.zemtime.com

میں بند ہوگئی۔

پیشانی مسلتے، نچلا لب کاٹتے، بالوں کو نوچتے وہ کمرے میں متوحش سی ٹہل رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ یقین آ بھی نہیں سکتا تھا۔

اس نے پردے ہٹا کر کھڑکیاں کھول دیں۔ اس سے کوئی کوئی افاقہ نہ ہوا تو دروازہ سلائڈ کر کے بالکنی میں آ گئی۔ مگر اندر کی آگ ہنوز جلتی بھڑکتی، لپکتی رہی۔

تنفس بھاری رہا۔ وحشت انگ انگ میں سما گئی۔ ریلنگ پر ہاتھ جمائے اب وہ گہری سانسیں لے رہی تھی۔

کمرے سے باہر، راہداری سے آگے، لاؤنج کے سامنے فرش پر گرا اس کا سیل فون ایک بار پھر جگمگا رہا تھا۔ کانچ کے ٹکڑے یہاں وہاں بکھرے تھے۔ جوس لکیروں میں پھیلتا ہوا دو انچ کے فرش سے نیچے دور تک پھیل چکا تھا۔ اور وہ باہر دیکھ رہی تھی۔ اندھیروں میں وہاں۔ جہاں سب ریزہ ریزہ ہو رہا تھا۔

☆☆☆

وہ آفس روم میں اپنا کچھ کام نبٹا کر پانی پینے کی غرض سے کچن میں آیا تو مسز شیرازی لاونج سے سیدھا وہیں آ گئی تھیں۔

"کام ہوگیا؟" پیار سے پوچھا۔

"ابھی باقی ہے، آپ پانی پئیں گی؟" وہ فریج سے پانی کی بوتل نکالے کاؤنٹر ٹیبل کی طرف آ گیا۔ انہوں نے منع کر دیا۔

"جلدی سو جایا کرو بیٹا! اس طرح رات گئے تک جاگنا صحت کے لیے ٹھیک نہیں۔" سنجیدگی سے تاکید کی۔

"پہلے کام زیادہ تھا لیکن اب کوشش کروں گا جلدی سو جاؤں۔" کہہ کر پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔

"جنت تمہارے ساتھ اب کیسی ہے؟" آنکھوں میں مسکراہٹ لیے مدھم آواز میں پوچھا۔

"ٹھیک ہے، کل سے ایک شاہزادے کو گدھا کہہ رہی ہے۔" وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ خالی گلاس میز پر رکھ کر ان کے پاس آ گیا۔

"آپ میری کوئی بات بھولتی نہیں ہیں۔" مسز شیرازی وہیل چیئر پر تھیں، وہ ان کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"مائیں بھلا اپنے بچوں کی چھوٹی چھوٹی باتیں، ان کی چھوٹی چھوٹی خواہشات بھی بھولتی ہیں؟" اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر کر بولیں۔

"تب میں بچہ نہیں تھا۔"

"میرے لیے تو تم آج بھی بچے ہی ہو۔" وہ ان کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت دیکھ سکتا تھا۔

"جب آپ مجھے چھوڑ کر گئی تھیں۔ میں تب ہی بڑا ہو گیا تھا ممی۔"

ان کے اندر ایک دم سے سناٹا پھیلا۔ آنکھوں میں نمی تیر گئی۔ فارس ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے رہا۔ پھر نرمی سے اپنے لبوں سے لگایا۔ وہ کچھ دکھ، کچھ اذیت سے اسے دیکھتی رہیں۔

"تم لندن میں اپنے گھر گئے تھے؟" وہ پوچھ نہیں رہی تھیں۔ نہ ہی بتا رہی تھیں۔ وہ بس اس کے اندر کی بے سکونی تک پہنچنا چاہ رہی تھیں۔ وہ سر جھکائے بالکل خاموش رہا۔

قبرستان گھر نہیں ہوا کرتے۔ وہ اپنی مردہ خواب اور خواہشات کا پیچھے رہ جانے والا سامان اٹھا لایا تھا۔ اس کی خاموشی انہیں اذیت سے دوچار کرنے لگی۔

"مجھے معاف کر دو۔" ان کی آواز بے اختیار بھیگی۔ فارس نے تڑپ کر سر اٹھایا تھا۔

"ایسے مت کہا کریں ممی پلیز۔" ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ اور لب کپکپا رہے تھے۔

"ممی پلیز۔" وہ ایک دم سے بے چین ہوا تھا۔ ان کے ہاتھ مضبوطی سے تھامے ان کے قدموں میں ہی بیٹھ گیا۔

www.zemtime.com

''میں نے آپ کو کبھی بھی۔ کسی معاملے میں قصوروار نہیں ٹھہرایا۔''

''لیکن میں تو ٹھہراتی ہوں۔ میرے سینے پر بوجھ ہے۔ جانے والے تو چلے گئے۔ جو پیچھے رہ گئے ہیں، میں انہیں ایک نہیں کر پائی۔ میں تمہیں اور ریان کو ابھی تک ایک نہیں کر پائی۔'' وہ سسک پڑیں۔

ان کے ہاتھوں پر فارس کی گرفت ایک دم سے ڈھیلی پڑی تھی۔ وہ فرش پر تھا۔ وہ زمین میں اتر گیا۔ اذیت انگ انگ میں سما گئی۔

''وہ چھوٹا سا معصوم بچہ ہے۔ اس کا ان سب معاملات میں کوئی قصور نہیں۔ اسے خود سے دور نہ کرو۔ پلیز بیٹا اسے سزا مت دو۔''

وہ پیچھے ہوا تھا۔ سر جھکائے۔ خاموش۔ ساکت۔ بس اس مقام پر آ کر اس کی ساری ہمت برداشت ختم ہو جاتی تھی۔ مزید کچھ سننے کی تاب نہیں رہتی تھی۔

قدموں کی آہٹ کے ساتھ ہی جنت راہداری سے نمودار ہوئی تھی۔

''آنٹی! آپ یہاں ہیں اور میں آپ کو اسٹوڈیو میں ڈھونڈ رہی تھی۔''

ساکت فضا میں ارتعاش پیدا ہوا۔ مسز شیرازی نے فوراً سے آنسو صاف کیے۔ فارس اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ سر جھکا ہوا تھا تو وہ دیکھ نہیں سکی۔ مگر اس کی آنکھیں۔ اس نے گردن موڑ کر اسے سیڑھیوں کی طرف جاتا دیکھا۔ پھر مسز شیرازی کے پاس آئی۔ ان کا رخ دوسری طرف تھا تو وہ تب تک خود کو کمپوز کر چکی تھیں مگر ان کی آنکھیں ابھی بھی لال ہو رہی تھیں۔

''جی بیٹا۔'' وہ بظاہر مسکرا رہی تھیں مگر ان کے چہرے سے اداسی جھلک رہی تھی۔ وہ نچلا لب کاٹ کر رہ گئی۔ جانے فارس کے ساتھ ان کی کیا بات ہوئی تھی؟ وہ بھی تو چپ چاپ اوپر چلا گیا تھا۔

''میں نے سوچا، سونے سے پہلے آپ سے باتیں کر لوں مگر آپ کمرے میں نہیں تھیں۔''

''ہاں بس۔ فارس کے پاس آئی تھی۔ چلو کمرے میں چلتے ہیں۔'' لہجے کو حتی الامکان نارمل کرتے ہوئے بولیں۔ ان کے ہمراہ راہداری کی طرف جاتے ہوئے اس نے سیڑھیوں کی طرف اوپر دیکھا تھا۔

اوپری منزل کی تمام بتیاں گل تھیں۔ ہر طرف اندھیرا سا پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا۔

☆☆☆

کچھ وقت مسز شیرازی کے ساتھ گزارنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آ گئی اور دروازہ بند کر کے سیدھا کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔

سامنے ہی وسیع و عریض لان کا گوشہ اور بائیں طرف گلاس والز کے احاطے میں سوئمنگ پول نظر آ رہا تھا۔ نیلگوں بلب روشن تھے، شیڈ تلے مخصوص کرسیوں اور ایک کاؤچ کے اطراف میں زرکار روشنی سی پھیلی تھی۔ اپنے کمرے کی کھڑکی سے نظر آتا یہ منظر ایسے بہت بھلا لگتا تھا۔ وہ اپنے خیالوں میں گم کھڑی تھی کہ اسے ٹراؤزر پر سفید شرٹ زیب تن کیے فارس وجدان گلاس ڈور دھکیل کر اسی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ وہ یکا یک پردے کی اوٹ میں ہو گئی۔ پھر سر نکال کر جھانکا۔ ٹرے میں سبز چائے، اور چند ایک لوازمات رکھے ملازمہ اس کے پیچھے تھی۔

وہ کاؤچ پر بیٹھ گیا۔ موبائل ہاتھ میں تھا۔ لیپ ٹاپ اور کچھ ضروری فائلز شیشے کی میز پر پہلے سے دھری تھیں۔

وہ اب اسے دیکھ رہی تھی۔ اور بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ سبز چائے کا کپ ہاتھ میں لیے وہ بالکل خاموش بیٹھا تھا۔ نگاہیں سوئمنگ پول پر جمی ہوئی تھیں۔ ایک ہی مقام، ایک ہی نقطے پر ساکت سی۔ ٹھہری ہوئی۔

وہ چند لمحوں تک اپنی جگہ کھڑی رہی پھر اس نے موبائل پر تسبیح ٹائپ کیا۔

''کیا تمہیں انویٹیشن ملا؟'' نگاہیں اس پر جا ٹھہری تھیں۔ اور توقع کے عین مطابق اس نے

www.zemtime.com

نوٹیفیکیشن ملتے ہی اپنا موبائل اٹھالیا تھا۔ صوفے کے ساتھ کمر ٹکائے اب وہ اسے ٹائپنگ کرتا ہوا دیکھ سکتی تھی۔

''کیسا انویٹیشن؟''

''میری اور زید کی منگنی کا۔'' لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ اور آنکھوں میں روشنی لیے جواب لکھا۔ اور پھر سر اٹھا کر اس کے تاثرات دیکھنا چاہے۔ وہ جبڑے بھینچ کر اسکرین کو تک رہا تھا۔ اسے بڑی خوشی ہوئی۔

''منگنی؟ آر یو سیریس؟''

''ہاں بھلا میں کیوں مذاق کروں گی؟'' ساتھ ہی وہ انویٹیشن کارڈ فارورڈ کر دیا جو زید کی ممی نے اسے بھیجا تھا۔ چار دن بعد اس ٹڈے کی سالگرہ تھی اور ساتھ ہی انگوٹھی پہنانے کی رسم بھی سرانجام پانا تھی۔

وہ منتظر رہی، اب وہ کیا کہتا ہے مگر وہ پیشانی پر بل ڈالے موبائل پر نظریں جمائے بیٹھا رہا۔

''کیا تم آؤ گے؟''

''کیا مجھے آنا چاہیے؟''

''بالکل۔''

''اچھا کس حیثیت سے؟''

''میرے شوہر کی حیثیت سے۔'' لکھتے لکھتے رک گئی۔ میسج مٹا دیا۔ دوبارہ لکھا۔

''تمہارے ان کے ساتھ فیملی ٹرمز ہیں۔''

دوسری طرف خاموشی۔

''میں انتظار کروں؟''

''نہیں۔''

اس کے انکار سے خط اٹھاتے ہوئے فوراً لکھا۔

''حالانکہ آنا چاہیے۔''

''اچھا تو وہ کس لیے؟''

''کیونکہ میں کہہ رہی ہوں۔'' دھڑکتے دل کے ساتھ ٹائپ کر دیا۔ اس کے جواب نے جیسے ایک لمحے کے لیے فارس کو بھی حیران کیا تھا۔ نچلا لب کاٹتے ہوئے فوراً سے میسج ڈلیٹ کر دیا۔ کھڑکی سے پیچھے ہٹ گئی۔ اب وہ نہیں جانتی تھی فارس کیا کر رہا تھا۔ مگر دوبارہ اس کی طرف سے بھی کوئی میسج نہیں آیا تھا۔ کچھ دیر تک کمرے میں بائیں سے دائیں۔ اور دائیں سے بائیں چکر کاٹنے کے بعد وہ پھر سے کھڑکی کے پاس آ گئی۔

وہ لیپ ٹاپ گود میں رکھے اپنا کام کر رہا تھا۔ لیکن ہر چند لمحوں کے بعد اس کی نگاہیں اسکرین سے ہٹ کر سوئمنگ پول۔ اور پھر وہاں سے بیلوں سے گھری دیوار تک اٹھ جاتی تھیں۔ وہ کھڑکی میں کھڑی رہی۔ اور اسے دیکھتی رہی۔

یکا یک اسے موبائل پر میسج موصول ہوا۔ سر جھکا کر اسکرین پر نگاہ دوڑائی۔

''اگر تم اسی طرح کھڑکی سے مجھے تاڑتی رہو گی تو میں کام نہیں کر سکوں گا۔''

''اللہ!'' وہ پردہ چھوڑ کر جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔ نچلا لب دانتوں میں دیا۔ حالانکہ وہ چھپ کر کھڑی تھی۔

''خوش فہمی دیکھو جناب کی۔'' گھبراہٹ پر قابو پا کر تیزی سے ٹائپ کیا۔ ''میں بھلا تمہیں کیوں تاڑنے لگی؟ مجھے تو یہ بھی نہیں پتا تم کہاں ہو۔'' رک کر مزید لکھا۔

''میں تو اپنا کام کر رہی ہوں۔''

آگے سے شیطانی مسکراہٹ موصول ہوئی۔ وہ تپ گئی۔

''پورے گھر میں تمہیں بس میرے کمرے کی کھڑکی کے سامنے آ کر بیٹھنا تھا؟'' بھنا کر لکھ دیا۔

''ابھی تم کہہ رہی تھیں تم مجھے دیکھ نہیں رہیں۔'' قہقہہ۔

وہ فنا سی ہو گئی۔ اپنا موبائل آف کر کے خود سے بہت پرے رکھ دیا۔ کھڑکیوں سے دور ہو کر شرافت سے بیڈ پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔

مجھے اسے میسج ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بھنویں سکیڑ کر خود کو کوسا۔ اور نہ ہی اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے کمرے میں جانا چاہیے تھا۔ ذرا سی

www.zemtime.com

توجہ کیا دی۔ موصوف تو ساتویں آسمان پر پہنچ گئے ہیں۔ کچھ دیر تک بیٹھی رہی پھر موبائل اٹھا لیا۔ یوٹیوب پر چند ایک ویڈیوز دیکھیں۔ بچوں کے نام سرچ کیے۔ ہاتھوں پر لوشن لگاتے ہوئے کھڑکیوں کی طرف اور پھر وارڈ روب کی طرف دیکھنے لگی۔ ذہن کچھ نہ کچھ ترتیب دینے میں لگا ہوا تھا۔ کپڑے یہاں رکھے جا سکتے ہیں اور بے بی کاٹ اس مقام پر۔ ڈریسنگ یہاں سے ہٹا کر وہاں رکھ دے گی۔ ذہن میں ہر طرح کی ترتیب دے کر تکیہ درست کرتی لیٹ گئی۔ موبائل ہاتھ میں تھا۔ وہ سدرہ سے بات کر رہی تھی۔

ہلکی سی دستک کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ کہنی کے بل اوپر ہوئی تو دروازے میں فارس تھا۔

"اندر آ سکتا ہوں؟" وہ پورا کا پورا اندر تھا اور اجازت مانگ رہا تھا۔ اس کا میسج یاد آیا تو آنکھوں میں خفگی ابھر آئی۔

"تم سوئے نہیں ابھی تک؟" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"نیند نہیں آ رہی تھی تو....."

"تو.....؟" اس نے سوالیہ ابرو اٹھائی۔

"میں نے سوچا تم سے باتیں کر لوں۔ تم بھی تو جاگ رہی ہو۔"

موبائل سائڈ ٹیبل پر رکھ کر، برابر میں آ بیٹھا۔

"حالانکہ میں نے اجازت نہیں دی تھی۔" گھور کر کہا۔

"انکار بھی تو نہیں کیا۔" وہ مسکرایا۔

جنت بڑبڑا کر رخ بدل گئی۔ موبائل ہاتھوں میں لیے عجلت میں ٹائپنگ کرنے لگی۔ سدرہ سے بات کر رہی تھی تو گفتگو سمیٹنے لگی۔ فارس اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے سفید کاٹن نائٹ ڈریس کی آدھی آستین سے جھانکتے بازو پر مندمل زخم کی لکیر واضح تھی۔

"تمہیں یہ زخم کیسے آیا تھا؟"

"کون سا زخم۔" اس نے سر اٹھا کر پوچھا۔

اگلے ہی پل اپنے بازو کے اسی مقام پر اسے لمس کا احساس ہوا۔

"اب پوچھ رہے ہو؟ اب تو زخم بھی بھر گیا۔"

منظر، وقت، لمحے یاد آئے تو کہے بنا نہ رہ سکی۔

"نشان تو ابھی بھی ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"دو اسٹچز لگے تھے۔" اسے یاد تھا۔

"بوا کے گھر بلب فکس کر کے نیچے اتر رہی تھی تب کیل لگ گئی تھی۔" بہت عام سے لہجے میں جواب دے کر بادام منہ میں ڈالا۔

پارکنگ ایریا کا منظر، برہان واصف کا تھپڑ۔ سخت پتھریلی زمین پر گرتے ہی ہتھیلیوں پر پڑنے والی رگڑ۔ بے اعتنائی کی اذیت، وہ خوف، وہ دہشت۔ اس نے وہ تمام کے تمام خیالات جھٹک دیے۔

وہ چند لمحوں تک منتظر رہا کہ وہ مزید کچھ کہے گی مگر وہ خاموش ہو چکی تھی۔

"ایسا ہی ایک زخم مجھے بھی لگا تھا، تب میں پانچ سال کا تھا۔"

"کیسے؟" کشن کو سینے سے لگائے اس کی طرف رخ موڑا۔

"میں الماری میں چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"کس لیے؟" وہ ذرا سا حیران ہوئی تھی۔

"تم گیس کرو کس لیے؟" وہ پوری طرح سے اس کی طرف متوجہ تھا۔

"کسی بچے کا سر پھاڑا ہو گا۔ کوئی نقصان کیا ہو گا۔ یا پھر....."

فارس کی پیشانی پر بل آ گئے۔

"خود ہی تو کہا ہے گیس کرو۔" جنت نے بھنویں سکیڑیں۔

"گیس کرو۔ یہ نہیں کہا الزام لگاؤ۔" وہ اچھا خاصا برا مان گیا۔

"میں تو یہی گیس کر سکتی ہوں۔" اس نے گھورا۔ "اب کوئی بچہ اچھا کام سرانجام دے کر تو چھپنے کی کوشش نہیں کر سکتا۔"

www.zemtime.com
Monthly Shuaa December 2021

"ہاں۔ مگر میں اس لیے نہیں چھپ رہا تھا کہ میں نے کوئی نقصان کیا تھا۔"

"تو پھر؟"

فارس نے کچھ بتانے کے لیے منہ کھولا پھر رک گیا۔ "فارگیٹ اباؤٹ اٹ۔" سر جھٹک کر موبائل اٹھالیا۔

"کیا مطلب فارگیٹ اباؤٹ اٹ؟" اسے غصہ چڑھ گیا۔ "خود ہی بات شروع کرو۔ سسپنس پھیلاؤ اور پھر سو جاؤ۔"

غصہ تو اسے ویسے بھی چڑھا رہتا تھا۔ فارس کی اس حرکت پر سیخ پا ہو گئی۔ مگر دوسری طرف تو جیسے وہ کچھ سن ہی نہیں رہا تھا۔ موبائل پر یوں نگاہیں مرکوز تھیں جیسے کوئی ضروری کام درپیش ہو۔

"اصل میں میرا ہی دماغ خراب ہے جو میں تم سے باتیں کرنے لگ گئی۔" کمفرٹر ایک طرف کر کے اٹھ گئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"کہیں بھی جاؤں۔ تمہیں اس سے کیا؟"

دروازہ کھول کر اور پوری قوت سے بند کر کے باہر تھی۔

وہ گہری سانس لے کر تیزی سے اٹھ کر اس کے پیچھے آیا۔ راہداری سے سیدھا کچن میں گیا۔ سامنے ہی وہ کرسی پر بیٹھی تھی۔ سر جھکا ہوا تھا۔ گندھے ہوئے بال پشت پر تھے۔ بڑبڑاہٹ جاری تھی۔

"جب دل چاہے گا باتیں کرے گا۔ اور جب دل چاہے گا خاموش ہو جائے گا۔ میں کوئی مذاق ہوں؟"

اسے نہیں پتا تھا وہ عین اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ مسکراہٹ دبائے اس کے برابر میں کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"اچھا کرو کیا باتیں کرنی ہیں؟"

"میں نے کب کہا مجھے تم سے کوئی بات کرنی ہے؟" اسے پتنگے لگ گئے۔ "یہ تو تم ہو جو خواہ مخواہ فری ہونے کی کوشش کرتے ہو۔"

"فری ہونے کی کوشش؟" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بند مٹھی پر ٹھوڑی ٹکائے اسے نرمی سے دیکھے گیا۔

"آئندہ میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گی۔ کوئی جواب نہیں دوں گی۔" صاف کہہ دیا۔ "جیسے تم کرتے ہو۔ میں بھی بالکل ویسے ہی کروں گی۔"

"میں خوف زدہ تھا اس لیے چھپ گیا تھا۔" اس نے اچانک کہا۔ اور وہ جو شدید غصے میں مزید کچھ کہنے کا ارادہ رکھتی تھی یک دم چپ ہو گئی۔

"بس یا اور کچھ؟" اس نے بظاہر دوستانہ لہجے میں پوچھا۔ وہ چند لمحوں تک اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ جانے کتنی حکایتیں تھیں جو ان آنکھوں میں چھپی ہوئی تھیں۔

"یعنی میں کوئی اور سوال بھی پوچھ سکتی ہوں؟" تصدیق چاہی۔

"ہاں۔"

وہ حیران ہوئی کہ توقع کے برعکس جواب مثبت ملا تھا۔

"فائدہ؟ جب تم جواب ہی نہیں دیتے۔" تنفر سے سر جھٹکا۔ "خود سارے سوال پوچھ لیتے ہو۔ سارے جواب سن لیتے ہو۔ لیکن جب میں کچھ پوچھوں۔ تو خاموشی۔"

وہ ابھی بھی غصے میں لگ رہی تھی۔ بندھے ہوئے بال آگے کی طرف داہنے کندھے پر تھے۔ کچھ لٹیں ڈھیلی ہو کر گال پر پھسل رہی تھیں۔

"چائے پیو گی؟" اس نے اٹھ کر کیبنٹ سے جار نکالا۔ وہ لب بھینچے ایک سخت نظر اس پر ڈالے اپنی انگوٹھی کو آگے پیچھے کرتی رہی۔

چائے بناتے ہوئے وہ خود سے ہلکی پھلکی گفتگو کرتا رہا مگر اس نے لب سیے رکھے جیسے اب کوئی بات ہی نہیں کرے گی۔

چائے تیار ہو گئی تو بھاپ اڑاتا ایک مگ اس کے آگے رکھا، اور دوسرا مگ ہاتھ میں لیے سامنے کھڑا

www.zemtime.com

رہا۔

"تمہیں غلط لگا تھا۔" گھونٹ بھر کر کہا۔

"کیا؟" اس نے اپنا مگ قریب کرلیا۔

"یہی کہ میں کسی عورت کو اپنی زندگی میں واپس لانا چاہ رہا ہوں۔"

جنت کی دھڑکن لمحے بھر کے لیے تھمی۔ سانس رک گیا۔ مگ پر اس کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی۔ اس رات کے بعد عدینہ زبیر کا ذکر جیسے آج ہوا تھا۔ وہ اس کا نام نہیں لے رہا تھا۔ نہ ہی اسے کسی سابقہ رشتے سے جوڑ رہا تھا۔ اس کے لیے وہ ایک "عورت" تھی۔

"اور تم چاہتے ہو، میں یقین کرلوں؟" اس کا لہجہ مضبوط تھا مگر دل شدت سے دھڑکے جا رہا تھا۔ فارس کی سابقہ بیوی کا خوف جیسے اس کی رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ خصوصاً یہ انکشاف زیادہ تکلیف دہ تھا کہ عدینہ اس کی محبت تھی اور وہ اسے ہر صورت اپنی زندگی میں واپس لانا چاہتا تھا۔

"کرنا تو چاہیے۔" وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"تم مجھے۔ طلاق دینا چاہتے تھے۔" آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یاد دلایا۔

"دینا چاہتا تھا۔ یہ تم نے خود کہہ دیا تھا۔ پاسٹ ٹینس مائی ڈیئر وائف۔ فعل ماضی۔ میری اب ایسی کوئی خواہش نہیں رہی۔"

جنت ہکا بکا سی اسے دیکھ کر رہ گئی۔ ذرا دیکھو تو کھڑوس کو ساری باتیں یاد تھیں اس کی۔ اور ظاہر ایسے کرتا تھا جیسے کچھ سن ہی نہیں رہا۔

"میری زندگی میں تمہارے سوا کوئی عورت نہیں ہے۔" اس نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہہ دیا۔ بات سادہ، مختصر اور واضح تھی۔ جنت کی دھڑکنیں تھمی رہیں۔ سانسیں رکیں۔ اگلے کئی لمحوں تک وہ اسے خاموش نگاہوں سے تکتی رہی۔ کیا وہ دانستہ عدینہ زبیر کا ذکر نہیں کر رہا؟ اور اگر کسی عورت کا مسئلہ نہیں تھا تو وہ اسے طلاق کیوں دینا چاہتا تھا؟ کچھ تو تھا جو چھپا ہوا تھا یا پھر وہ جان بوجھ کر اس سے چھپا رہا تھا۔

"تم مجھ سے نفرت کرتے تھے اور مجھے طلاق دینا چاہتے تھے اور پھر اچانک تم آ کر کہو کہ میں تمہیں طلاق نہیں دینا چاہتا تو میں اس بات کو کیا سمجھوں، ہاں؟ ایسا تو صرف کہانیوں میں ہوتا ہے، کسی کو اچانک ایک سیکنڈ میں محبت ہو جائے۔

"اور میں نے کب کہا، مجھے تم سے محبت ہوگئی؟"

میز پر کہنیاں جما کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ وہ جو اپنی دھن میں بول رہی تھی، ساکت ہوگئی۔ سوال ٹھاکر کے دل کو لگا۔ صاف صاف بے عزتی۔ چہرہ خفت سے سرخ پڑا۔ اب نہ وہ اٹھ سکتی تھی۔ نہ رخ بدل سکتی تھی، نہ غائب ہو سکتی تھی۔ ہاں فارس نے کب کہا، اسے محبت ہوگئی؟

"میرا مطلب ہے۔ میں کہہ رہی تھی..... اصل میں وہ....."

"ہاں ہاں! بولو۔ میں سن رہا ہوں۔" چہرہ متبسم ہوگیا۔ آنکھوں میں شرارت اتر آئی۔

"اصل میں میرا دماغ خراب ہے جو میں تم سے باتیں کر رہی ہوں۔" اس کی چال سمجھتے ہی کرسی دھکیل کر اٹھ گئی۔

"چائے تو پی لو۔"

"زہر دے دو تم مجھے۔" مڑ کر چلائی۔ پھر بیڈ روم میں جا کر دروازہ زور سے بند کر دیا۔ وہ میز پر بیٹھا مزے سے چائے پیتا رہا۔

"سمجھتا کیا ہے یہ خود کو؟" بگڑے تیوروں کے ساتھ لحاف اوڑھ کر لیٹ گئی۔ آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔ پھر جھنجھلا کر کروٹ بدلی، دوبارہ بدلی، کشن اپنے کان پر رکھا۔

"فارس بھائی نے کبھی تم سے محبت کا اعتراف کیا!؟" دوسرے کان میں آواز گونجی۔

"محبت اعمال سے جھلکتی ہو تو اعتراف کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

تخیل کی دھار پر بڑا بڑا لکھا ہوا نظر آیا۔ اس

کے الفاظ، اس کا جملہ۔ اس کا جواب۔

اس نے تکیے میں سر دیتے ہوئے آنکھیں میچ لیں۔ اندر ہی اندر بہت سارا کھینچی۔ کیسا انسان تھا وہ۔ محبت کا اعتراف ہوا نہیں تھا اور وہ اپنی زبان سے تسلیم کر بیٹھی تھی۔ اللہ..... اللہ..... اللہ..... وہ تقریباً رو دینے والی تھی۔

فارس نے دروازہ کھولا۔ کھنکھار کر گلا صاف کیا۔ اس نے کشن اٹھا کر اسے دے مارا۔

''خبردار جو تم نے مجھ سے کچھ کہا تو۔'' وہ تقریباً رو دینے والی تھی۔ وہ مسکراہٹ ضبط کیے صوفے پر جا بیٹھا۔

''ہاں ٹھیک ہے، میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ لیکن یہ بھی تو نہیں کہا کہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔ ان فیکٹ میں نے تو محبت پر کوئی بات ہی نہیں کی۔''

ٹانگ پر ٹانگ جمائے، داہنے پاؤں کو جنبش دیتے، صوفے کے ہتھوں پر بازو ٹکائے وہ جیسے کسی سلطنت کا شاہزادہ بنا بیٹھا تھا۔

وہ کمفرٹر میں دبکی پڑی رہی۔ اب کوئی جواب دیتی تو پھنس جاتی۔ نہ جواب دے کر پھنسنا زیادہ مناسب لگا۔

''میرا ایسا بھی کوئی مشکل سوال نہیں ہے!'' اس نے کہا۔

''جنت کمال؟'' پھر پکارا۔

وہ تو ایسی ہوگئی جیسے اپنے کان کہیں گروی رکھ آئی ہو۔ وہ زیر لب مسکراتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا۔ دروازہ بند ہوا تو جنت نے دھیرے سے آنکھیں کھول دیں۔

''آئندہ میں اس سے کوئی بات نہیں کروں گی۔'' مصمم ارادہ کرلیا۔ کسی بھی سوال کا کوئی جواب نہیں دوں گی۔ کمزور نہیں پڑوں گی۔ کوئی شکوہ بھی نہیں کروں گی۔ سمجھتا ہے مجھے پھنسالے گا۔ ہونہہ!''

تکیے میں سر دے کر طرح سے جھنجھلائی۔ تسلی تشفی سے، ہمت بندھانے اور ارادے باندھنے سے کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ فارس کا لہجہ، اس کی مسکراتی نگاہیں، اس کا استحقاق سے سوال پوچھنا۔ وہ اپنی دھڑکنوں کو سن رہی تھی اور احساسات میں الجھ رہی تھی۔

اور باہر لان پولز کی روشنیوں میں فارس وجدان رات گئے تک ٹہلتا رہا تھا۔

☆☆☆

نیند سے بیدار ہوتے ہی اس نے کمرے کی تمام کھڑکیاں کھول دی تھیں۔ باہر کا نظارہ کرتے ہوئے انگڑائی لی۔ پھر کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گئی۔ شاور لیا، کپڑے بدلے۔ بال خشک کر کے پونی بنائی۔ دوپٹہ لیا اور نکھری سی باہر آگئی۔

کچن میں معمول کی طرح ناشتے کا انتظام ہو رہا تھا۔ مسز شیرازی کیٹر ٹیکر کے ہمراہ لاؤنج میں بیٹھی قرآن پڑھ رہی تھیں۔ وہ پہلے ان کے پاس گئی۔ ان سے ملنے کے بعد کچن میں جا کر ناشتے کے انتظامات کا جائزہ لیا۔ نگاہیں پھر بھٹکتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف گئیں۔ کلائی موڑ کر وقت دیکھا۔ ساڑھے سات بج رہے تھے اور وہ ابھی تک نیچے نہیں آیا تھا۔ کہیں اس کی وہ دعا قبول تو نہیں ہوگئی کہ صبح سات بجے سے پہلے پہلے اسے آفس جانا پڑ جائے؟ نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔

اور پھر خود کو ہر لحاظ سے کمپوز کرتی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

''کہہ دوں گی، آنٹی نے بھیجا ہے، جاؤ دیکھو۔ میرا بیٹا ابھی تک نیچے کیوں نہیں آیا۔''

آہستگی سے دستک دے کر بیڈ روم کا دروازہ کھولا مگر اندر کوئی نہ تھا۔ بیڈ پر کوئی شکن نہ تھی، تکیے بھی ترتیب سے رکھے تھے، کمفرٹر بھی استعمال نہیں کیا گیا تھا۔

رک کر راہداری میں نگاہ دوڑائی۔ سٹنگ ایریا میں بھی کوئی نہیں تھا۔ اس کے قدم بے اختیار اسٹڈی روم کی طرف اٹھے، ادھ کھلے دروازے کو آہستگی سے اندر دھکیلا تو وہ اسے سامنے ہی کاؤچ پر سویا ہوا دکھائی دیا۔ لمحے بھر کے لیے تو جیسے اسے اپنی آنکھوں

www.zemtime.com

پر یقین نہیں آیا۔ دروازے کے ہینڈل پر گرفت جمائے کتنی ہی دیر تک کھڑی رہ گئی۔

لیپ ٹاپ، موبائل، کچھ فائلز اور کاغذات قالین اور شیشے کی میز پر دھرے تھے۔ پانی کا گلاس بھی رکھا تھا۔ کافی کا خالی مگ بھی۔

''کیا وہ ساری رات اسٹڈی میں سویا رہا؟''

وہ کچھ دیر تک اپنی جگہ کھڑی رہی۔ قریب آ کر اسے دیکھا۔ پھر آواز دیتے ہوئے کندھا ہلایا تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ کھڑکیوں سے دھوپ سیدھا چہرے پر پڑ رہی تھی تو مندی مندی آنکھوں کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حواس بیدار ہوئے تو اسٹڈی میں اپنی موجودگی کا احساس کر کے سیدھا ہوا۔ تاثرات ایک دم سے بدلے۔ غالباً اسے توقع نہیں تھی، وہ اوپر آئے گی۔

''تم.....'' اس کی آنکھیں رت جگے کی گواہی دے رہی تھیں۔

''ہاں وہ۔ تم نیچے نہیں آئے تو آنٹی نے بھیجا۔''

وہ ہتھیلیوں پر سر گرائے کچھ دیر تک بیٹھا رہا۔

''تم یہیں سوئے رہے۔''

''کام کرتے آنکھ لگ گئی۔'' وہ داہنے ہاتھ سے پیشانی مسل رہا تھا۔ آنکھیں ہنوز بند تھیں۔ دو دن پہلے جب وہ آفس میں سو گیا تھا تو اس نے تب بھی مسز شیرازی کو یہی جواب دیا تھا۔

وہ نچلا لب دانتوں میں دبائے کھڑی رہی۔ پھر گلاس میں پانی ڈال کر اسے دیا۔

''تم چلو، میں فریش ہو کر آتا ہوں۔'' اس نے کہا۔

وہ سر ہلا کر اسٹڈی سے چلی گئی۔ ناشتے کے دوران اس کا رویہ ٹھیک رہا۔ ورک آؤٹ کرواتے ہوئے بھی۔ بس فرق یہ تھا، وہ آج اسے کم ڈانٹ رہا تھا۔ زیادہ بات بھی نہیں کر رہا تھا۔ ذہن کچھ الجھا ہوا سا لگا کہ جب وہ بات کر لیتی تو وہ چونک کر پوچھتا وہ کیا کہہ رہی تھی۔ آفس کے لیے روانہ ہوا تو وہ گلاس وائر کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اور کافی دیر تک کھڑی ہی رہی۔

☆☆☆

آفس سے واپسی پر اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے غیر معمولی پن کا احساس ہوا حالانکہ کچھ بھی تو نہ بدلا تھا۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے اس نے صوفے پر بیٹھ کر جوتے اتارے، کف لنکس، اور گھڑی ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی تو ادراک ہوا، اس کے پرفیومز اور لوشنز وغیرہ غائب تھے۔ سوچ میں الجھتے وارڈ روب سلائڈ کی تو خالی ملی۔ اس کے کپڑے، جوتے، ٹائیاں۔ کچھ بھی موجود نہیں تھا۔

وہ ایک دم سے حیران ہوا۔ ذہن میں ایک ممکنہ خیال نے سر اٹھایا تو اس کا سر نفی میں ہلا۔ مگر اگلے ہی پل وہ جوتے پہن کر سیڑھیاں اترتا نیچے آ گیا تھا۔ کچن میں دوپہر کے کھانے کا انتظام ہو رہا تھا۔ مسز شیرازی لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ ملازمہ ان کے لیے کپ میں چائے ڈال رہی تھی۔ جنت کی تلاش میں نگاہ دوڑاتے ہوئے اس نے راہداری کا رخ کیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ دروازے پر دستک دیتا اس کے کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔

اس کا سارا کا سارا سامان کارپٹ پر دھرا تھا۔ اور وہ بالکل سامنے نیچے بیٹھی اس کے جوتے ترتیب سے رکھ رہی تھی۔ اور اتنا مگن ہو کر کام کر رہی تھی کہ نہ دستک سنائی دی تھی۔ نہ اس کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔

سینے پر بازو باندھے وہ خوش گوار حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ پھر اس کے عقب میں بے حد قریب پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔

''میں ابھی عدیل کو کال کرنے والا تھا، میرے کمرے سے کچھ سامان چوری ہو گیا ہے۔''

اتنے قریب سے، اتنے اچانک آواز آنے پر وہ ایک دم سے بوکھلائی۔ اسٹیکرز چھوٹ کر نیچے گرے۔

''تم..... تم کب آئے؟'' گھبرا کر پوچھا۔

''کافی دیر ہو چکی ہے۔'' وہ اس کی آنکھوں

www.zemtime.com

میں دیکھ کر بولا۔ ”تم اتنی بزی تھیں۔ تمہیں پتا ہی نہیں چلا۔“ جنت حواس باختہ سی اسے دیکھ کر رہ گئی۔

ایک طائرانہ نگاہ کمرے میں دوڑائی۔ پھر فرصت سے اسے دیکھا۔ آنکھوں میں شرارت اور لبوں پر جو مسکراہٹ تھی، وہ اسے لب بھینچ کر دبا رہا تھا۔

”کیا آپ بتانا پسند کریں گی، میرے جوتے، کپڑے، ٹائیاں خود چل کر یہاں آئی ہیں یا آپ انہیں لائی ہیں؟“

جنت کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ ساری پلاننگ کا بیڑا غرق ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا تھا، وہ اپنے بیڈ روم میں اس کا سامان سیٹ کرنے کے بعد میسج کر کے بتا دے گی کہ اب وہ کمرہ شیئر کر سکتا ہے۔ لیکن شومئی قسمت کہ وہ آفس سے جلدی گھر آ گیا تھا اور اب اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی جرم کرتی رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو۔

”اگر آپ لائی ہیں۔ تو پھر کیوں لائی ہیں؟“ لہجے میں کس قدر معصومیت تھی۔ جیسے وہ نہ جانتا ہو، وہ کیوں لائی تھی۔

”وہ..... میں.....“ ذہن خالی ہو گیا۔ نہ لفظ رہے۔ نہ جملے بنے۔ اور وہ اس کی کیفیت سے حظ اٹھاتا اس کے برابر میں ہی بیٹھ گیا۔ کہ جواب دینے کے لیے جتنا وقت درکار ہے لے لو۔ مجھے بھی یہاں سے جانے کی کوئی جلدی نہیں۔ جنت کو جی بھر کر رونا آیا۔ خود کو جس سچویشن میں پھنسا لیا تھا، اس کا آسان ترین حل بھی اسے بے انتہا مشکل لگ رہا تھا۔

”وہ میں.....“ وہ اس کی نگاہوں کے تاثر سے کنفیوژ ہو رہی تھی۔

”ہاں وہ تم..... کیا.....؟“

”وہ میں اپنا روم شیئر کرنے کی اجازت دے رہی ہوں تمہیں۔“

فارس نے بھنویں اچکائیں۔ ”لیکن میں نے تم سے اجازت کب مانگی؟“

اور جنت کو لگا جیسے آس پاس بہت سے دھماکے ہوئے ہوں۔ اور آنکھوں کے سامنے اس عزت افزائی پر تارے سے چمک اٹھے ہوں۔

”اس دن تو بڑا کہہ رہے تھے، کمرے میں دل نہیں لگ رہا۔“ ساری مروت، لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ اس پر پھٹ پڑی۔

”میں نے یہ کب کہا؟“ وہ قدرے حیرت سے سیدھا ہوا۔

”دل میں جگہ نہیں دے سکتیں تو کمرے میں دے دو۔“ سلگ کر یاد دلایا۔ چہرہ غصے سے لال ہو رہا تھا۔

”میں ایسی کوئی بات کر ہی نہیں سکتا۔“ بے یقینی کی انتہا۔ جھوٹا۔

جنت نے گود میں جو کوٹ رکھا تھا اسے اٹھا کر قالین پر پٹخا۔

”ضوفشاں..... ضوفشاں!“ اٹھ کر ملازمہ کو آواز دی۔ ملازمہ فوراً ہی حاضر ہوئی۔

”یہ سارا سامان ابھی کے ابھی صاحب کے کمرے میں پہنچاؤ۔“

جھٹ سے حکم صادر کیا۔ مگر ملازمہ فارس کی تھی۔ اس کے ایک ہی اشارے پر جنت کے حکم کو مکمل نظر انداز کرتی کمرے سے چلی گئی۔ جنت کا پارہ مزید چڑھ گیا۔ مڑ کر اسے دیکھا۔

”اب تم جاؤ یہاں سے۔“ سخت لہجے میں اسے حکم صادر کیا۔ آنکھوں میں ہلکی سی نمی۔ بھنویں سکڑی ہوئی۔ لب بھنچے ہوئے۔

وہ چند لمحوں تک کھڑا رہا۔ اگلے ہی پل اپنے اور اس کے مابین فاصلے کو ختم کرتے ہوئے خود سے لگا لیا۔ وہ اس کی اس حرکت پر اپنی جگہ تھم گئی۔

”تھینک یو سو مچ۔ مجھے اجازت دینے کے لیے۔“ آواز مدھم اور گہری تھی۔

جنت کا غصہ یکا یک ٹھنڈا ہوا۔ تاثرات میں نرمی اتر آئی۔ الگ ہو کر اس نے دونوں ہاتھوں سے بالوں کو پیچھے کیا۔

”اگر مجھے پتا ہوتا، آج مجھے سرپرائز ملنے والا

www.zemtime.com

ہے تو میں شاید بہت دیر سے گھر آتا۔'' اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے کہہ رہا تھا۔

''ہاں لیکن..... اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کورٹ نہیں جاؤں گی۔'' اپنی خفت چھپانے کو دھڑلے سے کہہ دیا۔ وہ ہنس دیا۔

''آف کورس میں ایسا کچھ سوچ ہی نہیں رہا۔'' وہ اسے نظر انداز کرتی کہیں اور دیکھنے لگی۔

''مجھے چینج کرنا ہے۔'' فارس نے کہا۔

اس نے وارڈ روب سے کپڑے نکال کر اسے دیے اور وہ اٹیچڈ باتھ روم میں چلا گیا۔

جنت کچھ دیر تک اپنی جگہ کھڑی رہی پھر لبوں پر مسکراہٹ لیے اپنا بقیہ کام سمیٹنے لگی۔

☆☆☆

اگلے دن وہ آفس سے جلد ہی واپس آ گیا تھا۔ گھر پہنچ کر ملازموں سے پتا چلا اس کی زوجہ محترمہ اپنی ساس کے ساتھ زید کے گھر گئی ہوئی تھیں۔ وہ سیدھا آفاق ہاؤس چلا گیا۔ واچ مین نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔

جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ بڑے ہی لیے دیے سے انداز میں اندر داخل ہوا۔

سرسبز لان کے وسط میں ایک جگہ اسٹیج تیار کیا گیا تھا۔ نیلگوں تھیم میں کرسیاں میزیں سجائی گئی تھیں۔ مہمان خواتین، اور ان کے ڈھیر سارے بچے، اور ہر طرف شور شرابا۔

بچے لان میں بھاگتے کھیل رہے تھے۔ سوزی مہمان خصوصی تھی۔ اتنی لاڈلی کہ تقریباً ہر بچہ اسے گود میں لیے پھرتا تھا۔ کیک کاٹا جا چکا تھا۔ تحفے وصول ہو چکے تھے۔ اب یقیناً مہمانوں کو کھانا کھلایا جا رہا تھا۔ اس کی نظر مسز شیرازی پر پڑی۔ وہ زید کی دادی کے ساتھ محو گفتگو تھیں۔ وہ آنکھوں میں ذرا سی برہمی لیے اپنی بیوی کو کھوجنے لگا۔ اور تب ہی وہ اسے نظر آ گئی۔

آسمانی رنگ کے ڈھیلے ڈھالے کپڑوں میں ملبوس، بالوں کی پونی بنائے وہ گلاس ڈور سے نکل کر مسز شیرازی کی طرف جا رہی تھی۔ زویا اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ انصی مسز شیرازی کے پاس کھڑی بڑے مزے سے اپنی سی سی ٹی وی آنکھوں سے یہاں وہاں دیکھ رہی تھی کہ یکا یک نظر فارس وجدان پر پڑی۔

''آپی!'' اس کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ جنت، زویا کے جوتوں کے تسمے باندھ رہی تھی ڈر سی گئی۔ ''کیا ہوا بھوت دیکھ لیا کیا؟''

''سمجھیں بھوت ہی دیکھ لیا۔ نہیں۔ میرا مطلب ہے وہ..... وہاں.....'' اپنا بازو سیدھا کر کے اشارہ کیا۔ ''فارس صاحب۔''

جنت چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ مڑ کر بیرونی گیٹ کی جانب دیکھا اور اگلے ہی لمحے فارس وجدان پر نظر پڑتے ہی اسے خوش گوار حیرت نے گھیر لیا۔

''میں آتی ہوں۔'' کہہ کر وہاں سے نکل آئی۔ فارس وجدان کے قریب پہنچنے تک آنکھوں کی چمک، مسکراہٹ، اور مسرت بھرے تمام رنگ چھپا لیے۔

''ارے تم یہاں۔'' گردن اونچی کیے جی بھر کر حیران ہوئی۔

''ہاں میں یہاں۔''

''حیرت ہے، تم نے تو کہا تھا، تم نہیں آؤ گے۔''

''دیکھ لو۔'' اس نے جتایا۔ پھر ہاتھ سے اسے دور رہنے کا اشارہ کیا۔ ''اگر سوزی کے ساتھ وقت گزار کر آ رہی ہو تو.....''

مگر وہ اس کے بالکل پاس آ کھڑی ہوئی۔ داہنے ہاتھ کو سامنے کیا۔ درمیان والی انگلی میں گلابی رنگ کی پلاسٹک کھلونا انگوٹھی سجی ہوئی تھی۔

''کیسی ہے؟'' آنکھوں میں بچوں جیسا اشتیاق لیے پوچھا۔ ''بٹن دباؤ تو لائٹ بھی جلتی ہے۔''

فارس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''مجھ سے کہا ہوتا۔ میں ایسی ہزار لا دیتا۔''

''مجھے ایک ہی چاہیے تھی۔ اور وہ زید نے مجھے دے دی۔'' اترا کر کہا۔

www.zemtime.com

''تمہیں اب اپنے فیانسی کی سکیورٹی کا انتظام کرنا چاہیے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

اور وہ ہنس دی۔ آنکھوں میں زندگی کی رمق تھی۔ چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ اور یہ خوشی کس لیے تھی؟ اس کی آمد کی وجہ یا پھر؟

''ویل آف یو ایکسکیوز می! میرے فیانسی کو پسند نہیں، میں اس کے علاوہ کسی سے بات کروں۔'' ایک ادا سے کہہ کر جانے کو مڑی مگر فارس نے اسے بازو سے پکڑ کر روک لیا۔

''تمہارے فیانسی سے تو میں بعد میں نمٹ لوں گا۔ لیکن اگر آپ کو یاد ہو، آج آپ کا اپائنٹمنٹ ہے۔''

''ہاں جی یاد ہے مجھے۔''

مسز شیرازی نے ان کی جانب دیکھا تو فارس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا۔ انہوں نے اشارے سے اسے جانے کی اجازت دی۔

''اور میں نے یہ بھی کہا تھا، ڈنر باہر کریں گے۔'' وہ اسے بازو کے حصار میں لیے دائیں طرف پلر کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔

''تمہاری وجہ سے میں ٹھیک سے کچھ کھا نہیں سکی۔'' وہ دیوار کے ساتھ پشت ٹکائے کھڑی ہو گئی۔ سر اٹھا ہوا تھا۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔

''ابھی اقصیٰ کو بلا کر پوچھوں تو پتا چلے، تم نے کیا کچھ کھا لیا ہے۔''

''نہیں، پکی بات ہے، صرف زید کے ساتھ تھوڑا سا کیک کھایا ہے۔''

اور اس ٹڈے کو جانے کیسے بھنک پڑی کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ وہاں آ گیا۔

''جنت جی!'' فارس اور اس کے درمیان زبردستی گھس کر کھڑا ہو گیا۔

''تمہارا فیانسی اپنی فٹنس کا بالکل خیال نہیں رکھتا۔'' اس نے برہمی کا اظہار کر کے تبصرہ کیا۔ جنت نے اسے کہنی دے ماری۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں گھوری دی کہ بچے کے احساسات کا خیال کر لو۔

''انہوں نے کیا کہا ہے ابھی؟'' زید کی شکی گھوریاں۔

''کہہ رہے ہیں، آپ بہت اچھے لگ رہے ہو۔''

''میں نے یہ کب کہا؟'' وہ بھنا گیا۔ جنت نے چہرہ موڑ کر اسے گھورا۔

''تم بچوں کے ساتھ بالکل بچے ہی بن جاتے ہو۔''

''تم مجھے الزام دے رہی ہو؟ اس پانڈا کو دیکھا ہے۔'' ہاتھ سے زید کی جانب اشارہ کیا۔ اور زید جو اپنی سالگرہ کی مناسبت سے سچ مچ میں ایک پانڈا کے گیٹ اپ میں تھا، کھڑا رہ گیا۔ پھر لڑنے مرنے کو آگے بڑھا مگر جنت نے اسے بیچ راستے میں روک لیا۔

''چھوڑو انہیں، یہ تو ہیں ہی ایسے۔ آپ تو اتنے کیوٹ، اتنے پیارے لگ رہے ہو۔ اور پانڈا تو ہے ہی میرا فیورٹ۔''

زید کے ننھے سے دل کو ذرا تسلی ہوئی، ناک سکیڑ کر فارس کو جلتی سلگتی نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بابا بھی وہیں آ گئے۔

''مبارک ہو آپ کو۔'' فارس نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

جنت کے ممکنہ سسر قہقہہ لگا کر ہنسے۔ ''سچ میں تم نے سب مس کر دیا! بہت انجوائے کیا ہم نے۔''

''جنت جی یہاں سے چلیں نا۔'' زید اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچے جا رہا تھا۔

''آپ کو اپنے بیٹے کی سکیورٹی اب دگنی کر دینی چاہیے۔'' اس نے مشورہ دیا۔ وہ زور سے ہنسے۔

''دل بڑا کرو یار۔'' پشت تھپتھپا کر تسلی دی۔

''اب بچوں کی خوشی تھی۔ کیا کر سکتے ہیں۔'' وہ بڑے موڈ میں تھے۔ ''آؤ بیٹھو۔''

''نہیں، اب چلتے ہیں، ہاسپٹل جانا ہے، چار بجے کا اپائنمنٹ ہے پھر کبھی وقت نکال کر آؤں گا۔'' وہ ان سے بات کرتے ہوئے باہر چلا گیا تھا۔

www.zemtime.com

جنت مسز شیرازی کے پاس آ گئی۔ اپنا پرس اٹھایا۔ مسز آفاق سے اجازت لی۔ زویا کو پیار کیا اور زید سے چھپ چھپا کر بڑی مشکل سے باہر آئی تو فارس گاڑی میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

زید اس کے پیچھے پیچھے باہر آ گیا۔ پہلے تو اس نے اس بات پر شور مچایا کہ وہ اتنی جلدی کیوں جا رہی ہے اور جب جنت نے ہاسپٹل جانے کا بتایا تو کچھ نرم پڑا۔

''میں کل اسکول کے بعد آپ سے ملنے آؤں گا، پھول بھی لاؤں گا۔''

اسٹیرنگ وہیل پر گرفت جمائے فارس نے تپ کر اسے دیکھا۔ جنت پسنجر سیٹ پر بیٹھی تھی اور وہ دروازہ بند نہیں کرنے دے رہا تھا۔

''ہاں ٹھیک ہے، ضرور آنا۔ میں آپ کا انتظار کروں گی۔ کارز سے کھیلیں گے۔ ڈرائنگ بنائیں گے۔ اور اسٹوریز بھی پڑھیں گے۔'' وہ اسے بہت پیار سے بہلا رہی تھی۔

''اور آپ اپنی رنگ کا بہت خیال رکھنا۔ ان کو بالکل مت دینا۔'' اشارہ فارس کی طرف تھا۔ ہاں اس کا تو جیسے اب یہی کام رہ گیا ہے، پلاسٹک کی انگوٹھیاں چوری کرنا۔ وہ جبڑے بھینچ کر بیٹھ گیا۔

''ہاں ہاں ضرور۔ کسی کو نہیں دوں گی۔ سنبھال کر رکھوں گی۔''

''سنبھال کر مت رکھیے گا۔ آپ پہنی رہیں۔ اگر سیل ختم ہو جائیں تو میں نئے لا دوں گا۔ اور اگر انہوں نے (چھوٹے سے ہاتھ سے فارس کی طرف اشارہ کیا) کچھ کہا نا تو مجھے بتائیے گا۔''

اقصیٰ جانے کہاں سے گزر رہی تھی کہ نظر گیٹ پر پڑی اور بھاگی بھاگی چلی آئی۔ زید کو پکڑ کر پیچھے ہٹایا۔ ''آپ کو آپ کی مما بلا رہی ہیں۔ جلدی سے جائیں۔ زویا نے گفٹ کھول لیا ہے۔''

''اللہ حافظ جنت جی۔'' وہ بڑے سوبر طریقے سے ہاتھ ہلا کر پیچھے ہٹا۔ اقصیٰ نے فوراً سے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا۔ اور اسے اپنے ساتھ لے گئی۔

جنت بڑی فرصت سے اس کی طرف مڑی۔ وہ پیشانی پر بل ڈالے بیٹھا تھا۔

''تو.....'' اس نے کہا۔

''تو یہ کہ منگنی توڑ دو۔'' سیدھا سیدھا حکم صادر ہوا۔

وہ ہنسنے لگی۔ ''تم جیلس ہو رہے ہو؟''

''میں بھلا کیوں جیلس ہونے لگا؟'' وہ چڑ گیا۔

''وہی تو میں پوچھ رہی ہوں۔ تم ایک بچے سے کیوں جیلس ہو رہے ہو؟'' اس کے تاثرات سے حظ اٹھایا۔

''بچہ.....؟ حرکتیں دیکھی ہیں اس کی؟ اس عمر میں منگنی کا خواب دیکھ رہا ہے۔''

''دیکھیے مسٹر فارس! میں برداشت نہیں کر سکتی کوئی میرے فیانسی کے بارے میں ایسی بات کرے۔''

''ہاں ہاں، جانتا ہوں۔ تمہارا دل، گردہ، جان سب کچھ ہے وہ.....'' فارس نے سلگ کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ وہ آنکھوں میں شرارت اور لبوں پر مسکراہٹ لیے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ جانے دل میں سرور کی کیفیت کیوں تھی؟ اس لیے کہ فارس اس کے کہنے پر وہاں آ گیا تھا؟ یا پھر اس لیے کہ اس کے تاثرات بھی زید سے مختلف نہ تھے؟'' وہ سوچ کر مسکراتی رہی۔

ہاسپٹل میں چیک اپ کے بعد وہ اسے ریستوران لے آیا تھا۔ مینو کارڈ ہاتھ میں لیے جنت نے اپنی من پسند ڈشز آرڈر کیں۔

اور جب وہ کھانا کھا رہی تھی تو وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ہلکی پھلکی سی گفتگو جاری تھی۔ مسز شیرازی کی باتیں تھیں، سالگرہ پارٹی کے انتظامات پر تبصرہ تھا۔ آئمہ کے یونیورسٹی کے چند ایک قصے تھے۔ وہ سوال کرتا جا رہا تھا اور وہ بولتی جا رہی تھی۔ معمول کے برعکس وہ اسے بہت خوش گوار موڈ میں لگی۔

کھانے کے بعد چائے منگوائی گئی۔ اور اب وہ

www.zemtime.com

اپنا کپ ہاتھوں میں لیے بیٹھی تھی جب فارس نے جیب سے مخملیں باکس نکال کر اس کے آگے رکھا۔
چائے کا گھونٹ لیتے وہ یکا یک رک گئی تھی۔
کپ اس نے میز پر رکھ دیا۔
"یہ میں نے لندن میں تمہارے لیے لیا تھا۔" فارس نے کہا۔ اسے اندازہ نہیں تھا، وہ اس گفٹ کا اب کیا کرنے والی تھی۔ شاید وہ گزری ہوئی چند ایک باتوں کا حوالہ دے کر غصہ اتارتی۔ یا شاید انکار کر دیتی۔ مگر اس نے کچھ بھی کہے بغیر مخملیں ڈبیہ کھولی۔
اندر سونے کا خوب صورت اور نفیس سا بریسلٹ رکھی تھی۔
ایک پھول۔ جس میں ننھا سا دل اور ٹرائینگل بنا تھا۔ پھول کے دونوں سروں پر گول نگینے تھے جو ایک باریک زنجیر سے جڑے ہوئے تھے۔
آنکھوں میں ہلکی سی ستائش لیے اس نے بریسلٹ اٹھالیا۔ اس کے تاثرات اور رویے سے اپنے اندر سکون کی سی کیفیت محسوس کرتے ہوئے فارس نے ہاتھ بڑھایا۔
"مے آئی؟" اس نے جیسے اجازت چاہی۔
جنت نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بریسلٹ اس کے حوالے کر کے اپنا بایاں ہاتھ آگے کر دیا۔ ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے بریسلٹ پہنایا۔ اس کی نازک کلائی پر وہ زنجیر سج گئی۔
"تھینکس۔" اس نے کہا۔
"تمہیں پسند آیا؟"
"بہت..... لیکن میرے فیانسی کی انگوٹھی زیادہ پیاری ہے۔" وہ اسے چڑانے کو بولی۔
"لیکن میرا گفٹ زیادہ پائیدار ہے۔"
"زید نے مجھے یہ رنگ بہت دل سے دی ہے۔"
"زید کا دل بہت چھوٹا ہے۔ میرا دل بہت بڑا ہے۔"
اب وہ اسے یہ نہیں کہہ سکتی تھی اس کا دل بڑا نہیں تھا۔

"کتنا بڑا ہے؟"
وہ مسکرا کر رہ گیا۔
اسے خوشی تھی کہ جنت کمال نے اس کی طرف سے دیا جانے والا وہ پہلا تحفہ حق کی طرح وصول کیا تھا۔

☆☆☆

معمول کی طرح وہ فارس وجدان کے ساتھ جم میں موجود تھی۔ روزمرہ کے تمام ورک آؤٹ کرنے کے بعد تھکی ہاری سی ٹریڈمل پر کھڑی تھی اور عجلت میں قدم اٹھاتی بار بار ٹائم دیکھ رہی تھی۔ مڑ کر پیچھے دیکھا تو فارس موبائل فون سے لگائے بات کرتا ہوا نظر آیا۔ پشت اس کی طرف تھی۔ نچلا لب دانتوں تلے دبائے وہ بٹن آف کر کے اتر گئی۔ خیال تھا اسے پتا نہیں چلے گا مگر اسی وقت کال سے فارغ ہوتے ہی وہ اچانک مڑا۔ پھر واچ بینڈ پر ٹائم دیکھتا اس کے پاس آ گیا۔
"تین منٹ باقی تھے۔"
"نہ۔ نہیں تو....."
"دوبارہ کرو اور پورے پندرہ منٹ تک۔" لہجے میں ذرا سی سختی تھی۔
"کیا؟" وہ ایک دم سے چیخی۔
"یہ پہلے دن سے طے تھا کہ تم جب بھی کوئی ورک آؤٹ بیچ میں چھوڑ دو گی تو تمہیں سزا ملے گی۔"
"صرف تین منٹ باقی تھے۔" وہ احتجاجاً چلائی مگر فارس نے سنی ان سنی کیے اسے دوبارہ ٹریڈمل پر کھڑا کر دیا۔
پندرہ منٹ تو جیسے اس کے لیے پندرہ گھنٹے ہو گئے۔ سزا ختم ہو گئی مگر غصہ ختم نہ ہوا۔ ناراضی ختم نہ ہوئی۔ وہ آفس چلا گیا تو سیدھا مسز شیرازی کے پاس پہنچ گئی۔
"صرف تین منٹ پہلے اتر گئی تھی میں آنٹی! صرف تین منٹ اور اس نے پندرہ منٹ بڑھا دیے۔" مسز شیرازی کو خوب شکایت لگائی۔ بتاتے ہوئے رونا بھی آ رہا تھا۔ انہوں نے اس کے سامنے فون کر کے فارس کی کلاس لی۔

www.zemtime.com

''ممی! وہ ورک آؤٹ کرتے ہوئے بالکل سیریس نہیں ہوتی۔''

اسپیکر آن تھا تو آواز اس نے بھی سنی۔ صدمے سے منہ کھلا۔

''جھوٹ کہہ رہا ہے یہ۔'' تڑپ کر دفاع کیا۔

''میں اتنی محنت کرتی ہوں۔'' آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

''یہ چاہتی ہے سب ہی ورک آؤٹ ایک منٹ میں کر کے فارغ ہو جائے۔ ممی کیا یہ پاسیبل ہے؟'' وہ کہہ رہا تھا۔

''اگر اس سے تین منٹ مس ہوئے تو تمہیں صرف تین منٹ ہی زیادہ لینے چاہیے تھے۔ تم نے میری بہو کو پورے تیس منٹ ٹریڈمل پر کھڑے رکھا۔ دس از ناٹ فیئر فارس!''

اب وہ موٹے موٹے آنسو آنکھوں میں بھر لائی تھی تو وہ فوراً ہی اس کی حمایت میں اتریں۔

''ممی! یہ اس کی پنیشمنٹ تھی! اب کیا میں اس سے یہ کہتا، دس دفعہ الف بے لکھ کر دکھاؤ؟'' وہ ان کی ڈانٹ سن کر نرمی سے بات کر رہا تھا۔ وہ لاجواب ہوئیں۔ پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ سر جھکائے وہ آنسوؤں کو پرے دھکیل رہی تھی۔ انہیں اس پر ترس آیا۔

''تم درگزر کر دیتے بیٹا۔''

''روز کرتا ہوں ممی۔ آپ اس سے پوچھیں۔ کل اس نے دس بار بائسپس ورک آؤٹ کرنا تھا اور اس نے صرف چھ بار کیا۔ دو منٹ کی بریک ہوتی ہے یہ پورے پانچ منٹ لے لیتی ہے۔ روز مجھے اسے گھر کے کسی کونے سے ڈھونڈ ڈھانڈ کر جم لے جانا پڑتا ہے۔ پندرہ منٹ تو ایسے ضائع ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اچھی طرح سے جانتی ہے، میرا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔''

اتنی ساری شکایتیں۔ جنت کو صدمہ ہوا۔ دکھ ہوا۔ سر جھکتا گیا۔ مسز شیرازی اسپیکر آن کرنے پر پچھتائیں۔

''خیر جو بھی ہے۔'' انہوں نے لہجہ سخت کیا۔ ''تمہیں میری بہو کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

دوسری طرف وہ خاموش ہوا۔

''فارس؟''

''ٹھیک ہے۔ میری بات کروائیں اس سے۔ آئندہ الف بے لکھوالیا کروں گا۔ پھر نہ کہے سو دفعہ کیوں لکھوا رہا ہوں۔''

''آنٹی! اس کو دیکھیں۔'' چڑ کر سر اٹھایا۔ مسز شیرازی کے لیے مسکراہٹ دبانا مشکل ہو گیا۔

''فارس۔'' مصنوعی خفگی سے اس کا نام لیا۔

''اس سے کہیں مجھ سے بات نہ کرے اب کبھی۔'' وہ رونی صورت لیے اٹھ کر باہر نکل گئی۔ مسز شیرازی اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

اپنے کمرے میں جا کر اس نے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں۔ پھر کپڑے بدل کر باہر آئی اور مسز شیرازی سے اجازت لے کر اقصیٰ کے ہمراہ پارک چلی گئی۔

فارس سے ناراض تھی تو نہ اس سے بات کر رہی تھی نہ اس کی کال ریسیو کر رہی تھی۔ کچھ وقت کھلی فضا میں بتانے کے بعد گھر کی طرف روانہ ہوئی تو سڑک کے عین کنارے اس کی گاڑی آ رکی۔

''تمہارا تو ایک ایک لمحہ قیمتی ہے نا۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟'' سلگ کر پوچھا۔ اقصیٰ پیچھے تھی۔ جنگلا عبور کر کے باہر آئی تو فارس کو دیکھ کر حیران ہوئی۔ اس کے صاحب۔ اس وقت یہاں؟

''بیٹھو۔'' فارس نے اس کے لیے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا۔ اقصیٰ ساتھ تھی تو وہ ضبط کر کے بہت خاموشی سے بیٹھ گئی۔ موڈ بری طرح سے آف تھا۔

''اپنا خیال رکھیے گا آپی۔'' دروازہ بند کر کے اقصیٰ نے کہا۔ ہاتھ بھی ہلائے۔ گڈ لک اور تھمز اپ بھی دکھائے۔

''کیوں تمہاری مالکن کے ٹوسر کرنے جا رہی ہے؟'' کھڑکی کا شیشہ نیچے کر کے فارس نے جھاڑا۔

www.zemtime.com

اقصیٰ بے طرح سے گڑبڑائی۔
"نہیں..... وہ..... میں....."
"یہاں سے سیدھا گھر جاؤ۔" تحکم سے کہا۔
وہ مؤدب سی شریف بچوں کی طرح ناک کی سیدھ میں روبوٹ کی طرح چلتی گئی۔ بھولے سے بھی مڑ کر نہ دیکھا۔
فارس نے گاڑی ریورس کی۔ جنت کھڑکی کی طرف رخ کیے چپ بیٹھی رہی۔ وہ بھی خاموش رہا۔
"ابھی تک ناراض ہو؟" مین روڈ پر گاڑی ڈالتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔
"بات مت کرو مجھ سے۔"
"مگر کیوں؟" وہ دھیرے سے مسکرایا۔
"تم نے آنٹی کو میری اتنی شکایتیں لگائیں۔"
اصل غم یہ تھا۔
"تم بھی تو لگاتی ہو۔"
گڑبڑا کر اسے دیکھا۔ "میری بات الگ ہے۔"
"تمہاری بات کیوں الگ ہے؟"
اپنا منہ بند کر کے اس نے اپنا رخ کھڑکی کی طرف کر لیا۔
"اچھا آئم سوری! آئندہ ان سے کچھ نہیں کہوں گا۔"
"تمہیں لگتا ہے، میں صرف اس بات پر ناراض ہوں کہ تم نے میری شکایتیں لگائیں؟"
"تو اور کس بات پر ناراض ہو؟"
"کیا تم نہیں جانتے؟" صدمے سے، دکھ سے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"تم نے مجھے پچیس منٹ ٹریڈمل پر واک کروائی۔ تم نے....."
فارس نے گہری سانس لی۔ "اب میں اس کے لیے سوری نہیں کر سکتا۔"
صاف کہہ دیا۔ چند لمحوں تک اسے سخت نظروں سے گھورتی رہی پھر اپنا رخ بدل گئی۔
"کیا بہت تھک گئی تھیں؟"
خاموشی.....
"ٹھیک ہے۔ اس کے لیے بھی سوری۔ لیکن وعدہ کرو، آئندہ کوئی بھی منٹ مس نہیں کرو گی۔"
مکمل خاموشی.....
"پیزا ہٹ چلیں؟" مڑ کر پوچھا۔ لیکن وہ تو جیسے وہاں تھی ہی نہیں۔
"لونگ ڈرائیو کے بارے میں کیا خیال ہے؟ خوب باتیں کریں گے؟"
اس کا سر کھڑکی کی طرف ہی رہا۔ وہ اسے رج کے نظر انداز کر رہی تھی۔
"آئس کریم کھاؤ گی؟"
خاموشی۔ وہ مین روڈ پر گاڑی ڈالے ہوئے تھا۔ گہری سانس کھینچ کر موڑ کاٹنے لگا تو آواز آئی۔
"کھلا دو۔" ویسی ہی روٹھی ہوئی سی آواز۔
اکھڑا ہوا سا انداز۔ وہ مسکراہٹ ضبط کر گیا۔
"جو آپ کا حکم۔"
"لیکن گاڑی میں ہی کھائیں گے۔" اس نے کہہ دیا۔ فارس نے سر ہلایا۔
گاڑی پارک کر کے وہ آئس کریم لینے چلا گیا۔ کھڑکی کی طرف رخ کیا وہ اسے آئس کریم پارلر میں داخل ہوتا دیکھ سکتی تھی۔ ایسے ہی خیالوں میں گم اس کی باتیں سوچ رہی تھی جب سامنے ایک سفید گاڑی آ رکی۔ دروازہ کھول کر سفید ٹراؤزر پر سرخ رنگ کی شرٹ زیب تن کیے عدینہ زبیر باہر نکلی۔ گلاسز اپنے بالوں میں اٹکاتے ہوئے پرس کندھے پر ڈالا اور موبائل کان سے لگائے ہنستے ہوئے عجلت میں قدم اٹھاتی اندر داخل ہو گئی۔
جنت کی سانسیں تھم گئیں۔ دل رک گیا۔ ایک دم سے خود پر طاری اس جمود کو توڑتے ہوئے وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ حرکت غیر ارادی تھی۔ اس کا رخ گلاس ڈور کی طرف تھا۔ وہ جیسے عدینہ زبیر سے پہلے فارس وجدان تک پہنچ جانا چاہتی تھی۔
شیشے کی دیواروں سے اندر کا منظر نمایاں تھا۔ اس کے قدم زمین پر جم گئے۔ نگاہیں ایک ہی مقام پر

www.zemtime.com

ٹھہر گئیں۔

فارس وجدان کے ساتھ عدینہ زبیر موجود تھی۔ اس کی نفیس انگلیوں کی گرفت فارس کے بازو پر۔ اس کی دلفریب نگاہیں فارس کے چہرے پر تھیں۔ منظر واضح ہو کر اگلے ہی پل دھندلا گیا۔ وہ ایک دم سے پیچھے ہٹی۔ خود پر قابو پاتی واپس پلٹی۔ دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ مٹھیاں سختی سے بھنچ گئیں۔

ماہین اور برہان۔ ذہن کے پردے پر کئی منظر لہرائے۔ کئی باتیں یاد آئیں۔ کئی خدشے۔ کئی وسوسے۔ کئی خوف سے لپٹے واہمے اس کے اندر سما گئے۔ وہ اندر تک ہل گئی تھی۔

''میری زندگی میں کوئی عورت نہیں ہے۔''

اس نے گہری سانس لے کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ تین سے پانچ منٹ کا دورانیہ جو کہ بڑھتا گیا۔ سات منٹ۔ نو منٹ۔ پندرہ منٹ۔ عدینہ زبیر کی گاڑی سامنے ہی کھڑی رہی۔ فارس وجدان باہر نہ آیا۔ اس کا دم گھٹنے لگا۔ اسے وحشت سی ہونے لگی۔

یکا یک شیشے پر دستک ہوئی۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ فارس نے شیشہ کھولنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس نے کپکپاتی انگلیوں سے دروازہ کھول دیا۔

''سوری، تھوڑا لیٹ ہو گیا۔'' کہہ کر دونوں کپ اس کی طرف بڑھائے جو بغیر کسی تردد کے اس نے لے لیے۔ لمحے بھر کے لیے اس کا چہرہ دیکھ کر وہ چونکا تھا۔ پھر گھوم کر سیٹ پر آ بیٹھا۔

''تمہیں کیا ہوا؟'' پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''کچھ نہیں۔'' کورا تار کر اس نے چمچ نکال لیا۔

''طبیعت ٹھیک ہے؟''

''ہاں۔'' وہ کہہ کر آئس کریم کھانے لگی۔ اس نے چند لمحوں تک اسے دیکھا پھر اپنی آئس کریم گلاس اسٹینڈ پر رکھ دی۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وہ چھوٹے چھوٹے چمچ خود بھی لے رہا تھا۔

گاڑی میں پہلے صرف خاموشی تھی۔ مگر اب تو جیسے سناٹا سا اتر آیا تھا۔

''گھر چلیں۔'' وہ کہہ رہی تھی۔ فارس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ آج کے دن کے لیے اس کے پاس بہت سے پلانز تھے۔ مگر.....

''میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ اب کہہ رہی تھی۔

اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گاڑی کا رخ گھر کی طرف موڑ دیا تھا۔

☆☆☆

''بات سن رشیداں۔''

شام میں فرصت ملتے ہی روبی اس کے گھر پہنچ گئی تھی۔ دو بار خط لکھ کر اس کے ذریعے بھجوا چکی تھی اور ان دو ماہ میں تا حال کوئی رسپانس نہیں آیا تھا۔ فون نمبر کمپنی کا تھا سو ڈائریکٹ بچے کے چچا سے بات نہیں ہو سکتی تھی۔ اب اس نے تیسری بار خط لکھا تھا۔ کافی ساری سورتیں، دعائیں پڑھ کر پھونکا کہ یہ خط کسی طرح بچے کے چچا کو مل جائے۔ مگر رشیداں نے اب کے صاف منع کر دیا۔

''نا بھئی نا۔'' اس نے ہاتھ اٹھایا۔ ''اپنے گھر والے سے کٹ نہیں کھانی مجھے۔ دو بار وہ تیرا خط دے آیا ہے۔ اب کہوں گی تو چٹیا سے پکڑ لے گا۔''

''بس یہ آخری بار۔ دیکھ تیرے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔''

رشیداں نے زچ ہو کر اسے دیکھا۔

''تو یہ کیا پرائے پھڈوں میں ٹانگ اڑائے جا رہی ہے۔ عقل مانتی ہے کہ اس کے چچا کو بالکل اس کی خبر نہیں ہو گی؟''

روبی لاجواب ہو گئی۔

''ہو سکتا ہے، اسے تیرے خط مل رہے ہوں اور وہ پھر بھی نہ آنا چاہتا ہو؟''

''میں مان ہی نہیں سکتی، میرا خط پڑھ کر کسی کو احساس نہیں ہو گا۔'' وہ روہانسی ہوئی۔

''دیکھ۔'' رشیداں نے گہری سانس لے کر

www.zemtime.com

کہا۔

"یہ جن کے گھر میں یہ بچہ رہ رہا ہے، یہ اس کے رشتہ دار ہیں۔ یہ جو پیسے کھا رہا ہے، یہ اس کا سگا ماموں ہے۔ جس نے یہاں اسے چھوڑ رکھا ہے وہ اس کی سگی ماں ہے۔ اور جو پیسے بھیج کر سمجھ رہا ہے ذمہ داری پوری کر دی۔ وہ اس کا سگا چچا ہے۔ اب تو بتا مجھے۔ کس کس سے لڑے گی؟ کس کس میں احساس جگائے گی؟ جب ماں ہی بے حس ہے تو اور کون احساس کرے گا۔"

"میں کر رہی ہوں نا احساس۔"

اور یہاں رشیداں لاجواب ہو گئی۔

"وہ اتنا چھوٹا سا ہے رشیداں، میرا تو اسے دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اس کو تو کچھ پتا بھی نہیں ہے اس کے ساتھ کتنا ظلم ہو رہا ہے، نوکروں سے بھی بدتر زندگی ہے اس کی۔"

رشیداں ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئی۔ اس لڑکی کو سمجھانا فضول تھا۔ خط دے کر وہ گھر آ گئی۔ ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ تین خط تین کوششیں۔ اب کے اس نے سوچ لیا جواب نہ ملا تو وہ بچے کو اٹھائے خود اسلام آباد اس کے چچا کے پاس چلی جائے گی۔ مگر یہ منصوبہ زیادہ خطرناک تھا۔ ناکامی کے چانسز زیادہ تھے۔ بچے کے ساتھ اس گھر سے غائب ہونے پر زیادہ مشکلات پیش آسکتی تھیں۔ اغوا اور چوری کا الزام لگ سکتا تھا۔ اس کی ماں کے لیے مسئلہ ہو سکتا تھا۔

اور پھر اس بات کی بھی کوئی ضمانت نہ تھی کہ چچا بچے کو قبول کر لے گا۔ عین ممکن ہے وہ اسے واپس یہیں بھجوا دے؟ کیا خبر رشیداں سچ ہی کہتی ہو؟ چچا نے جان بوجھ کر اس معصوم بچے کو یہاں چھوڑ رکھا ہو۔

جوش سے سوچتے سوچتے وہ ہوش میں آ گئی۔

"اللہ سوہنا کوئی تو حل ہو! بس کسی طرح یہ خط مل جائے۔ اس گھر کے مالک کو مل جائے۔ مالکن کو مل جائے۔ کسی کو تو مل جائے۔ کوئی تو اس کے لیے آ جائے۔"

اس نے صدق دل سے دعا کی تھی۔ اور اس کی یہ دعا قبول کر لی گئی تھی۔

☆☆☆

سرد ہوا کا جھونکا سرسرا کر گزرا تھا۔ وہ درختوں کی چھاؤں میں بنچ پر بیٹھی تھی۔ سامنے ہی ٹریک پر اسے ہر عمر کے لوگ نظر آ رہے تھے۔ اقصیٰ بھی یہیں کہیں ٹہل رہی تھی۔ گہری سانس لے کر اس نے سر اٹھایا۔ موبائل پر نوٹیفکیشن موصول ہوا تو اس نے کھول کر دیکھا۔

اپنی آفس چیئر پر براجمان ہو کر فارس نے اپنی تصویر بھیجی تھی۔ چہرہ متبسم تھا۔ جنت کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔

"اب طبیعت کیسی ہے تمہاری؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"کچھ بہتر ہوں۔ اقصیٰ کے ساتھ پارک میں ہوں۔" اس نے جواب لکھا۔

"تمہیں آرام کرنا چاہیے تھا۔" فوراً ہی جواب آیا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ لکھتی۔ اس کے اور دھوپ کے درمیان جیسے ایک سایہ سا آ گیا۔ اس نے بے ساختہ سر اٹھایا اور اگلے ہی پل اپنی جگہ تھم گئی۔ موبائل سکرین پر فارس کے میسج ابھی بھی آ رہے تھے۔ وہ اسکرین پر نہیں دیکھ رہی تھی۔ مگر میسج دیکھے جا چکے تھے۔ آس پاس دور دور تک ہر ایک شے پر جیسے ایک جمود سا طاری ہوا تھا۔

عدینہ زبیر اس کے سامنے کھڑی تھی۔

برانڈڈ ٹریک سوٹ میں ملبوس، اونچی پونی ٹیل بنائے، متناسب سراپے میں ہر ایک کی مرکز نگاہ بنتی عدینہ زبیر اس کے سامنے تھی۔ پانی کی بوتل سے چند گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے چھوٹے رومال سے اپنا پسینہ صاف کیا اور پھر ایک دل فریب مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس کے پاس آ گئی۔

www.zemtime.com

سرتاپیر ایک حائزے ہی میں وہ اس کے وجود میں پنپتی ایک نئی زندگی کا اندازہ لگا چکی تھی۔ مگر اس کی آنکھوں کی وہ الوہی اور فاتحانہ سی چمک ایک لمحے کے لیے بھی ماند نہیں پڑی تھی۔ ایک تضحیک آمیز نظر اس پر ڈالتے ہوئے اس نے رومال سے اپنی گردن کو تھپتھپایا تھا۔

''سو یو آر ایکسپیکٹنگ آ بے بی! میں بھی کہوں فارس ہماری شادی کو ڈیلے کیوں کر رہا ہے۔''

قرب و جوار میں دھماکا کیسے ہوتا ہے۔ اور پھر اس دھماکے سے وجود کے پرخچے کیسے اڑتے ہیں یہ جنت کمال نے اس لمحے جانا تھا۔

''اس نے مجھ سے کہا، کچھ مہینے انتظار کرلو۔ مگر وجہ نہیں بتائی۔ تو وجہ یہ ہے۔'' ہاتھ سے اشارہ کیا۔ پھر استہزائیہ انداز میں ہنسی۔

''کیا تمہیں لگتا ہے اس کے بچے کی ماں بن کر تم اس کے دل تک رسائی حاصل کرسکو گی؟ یا پھر ہم دونوں کے درمیان آسکو گی؟''

جنت کا دل شدت سے دھڑک اٹھا۔ سانسیں بھاری ہونے لگیں۔ وہ آگ تھی جو لفظوں کی صورت وجود میں اتری تھی اور اسے راکھ کرنے لگی تھی۔

''یو نو واٹ!'' اس کی طرف جھک کر اس نے جنت کے دوپٹے پر لگی بیل کو انگلیوں سے چھوا۔ ''تمہارے خوابوں کا محل تمہاری اوقات سے بہت اونچا ہے۔ صرف میرے ایک قدم اٹھانے کی دیر ہے۔ اور سب چکنا چور ہو جائے گا۔'' فاتحانہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر بولی۔

''فارس بھی میرا ہے۔ گھر بھی میرا ہے۔ اور جگہ بھی میری ہے۔'' لہجے میں سختی، آنکھوں میں عداوت لیے خطرناک تیوروں کے ساتھ اپنی پوزیشن اپنے ارادے، اس نے جنت کمال پر واضح کردیے۔

سر جھٹک کر جاگنگ ٹریک کی طرف جانے لگی تو پتھر کا مجسمہ ہوتی جنت کمال خود کو توڑ کر اٹھی۔ اس نے عدینہ زبیر کا بازو سختی سے پکڑ کر اسے جھٹکے سے روکا تھا۔

''ہاؤ ڈیئر یو!'' اپنا بازو چھڑا کر اس نے انتہائی غصے کے عالم میں کہا۔

جنت کی آنکھوں میں خون اترا تھا۔ تاثرات پتھریلے ہو رہے تھے۔

''آئندہ میرے شوہر کا نام اس طرح سے لیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔''

عدینہ زبیر لمحے بھر کے لیے صدمے سے گنگ ہوئی۔ وجود شعلوں کی زد میں آ گیا۔ اندر باہر ہر طرف آگ جلنے لگی۔ اس آگ کی زد میں جنت بھی آنے لگی۔

''تمہارا شوہر؟ کسے بے وقوف بنا رہی ہو تم؟'' لہجے میں آگ کی چنگاری لیے انتہائی حقارت سے پوچھا۔ ''جانتی ہو میں کون ہوں؟ عدینہ زبیر ہوں میں۔ فارس وجدان کی پہلی اور آخری محبت۔ اس نے میری جگہ۔ کبھی کسی کو نہیں دی۔ صرف اس بچے کی وجہ سے وہ تمہیں اپنے ساتھ رکھے ہوئے ہے ورنہ تمہیں تو وہ کب کا گھر سے نکال چکا ہوتا۔'' اس کی زبان زہر اگل رہی تھی۔

''چند دن لندن میں کیا گزار لیے، تمہارا تو دماغ ہی ساتویں آسمان پر پہنچ گیا ہے۔ سمجھ رہی ہو تم نے اسے پالیا؟''

جنت کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ قدم بے جان ہونے لگے۔

''پریگننٹ ہو، اس لیے ابھی تک اس گھر میں ہو۔ ورنہ اب تک وہ تم سے اپنی جان چھڑا چکا ہوتا۔'' سختی سے کہہ کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر انتہائی غصے سے اسے جھٹکا۔ ''حد میں رہو۔'' انگلی اٹھا کر وارن کیا۔ ''جو میرا ہے۔ وہ میرا ہی ہے۔ تم ہمارے درمیان آئی ہو۔ تم ہی ہمارے درمیان سے جاؤ گی۔ خطرناک تیوروں کے ساتھ کہہ کر وہ جانے کے لیے مڑ گئی۔

www.zemtime.com

جنت لڑکھڑا کر پیچھے ہوئی۔ بنچ کا سہارا لے کر بیٹھ گئی۔ اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ پلکیں جھپکا کر سامنے دیکھا۔ عدینہ زبیر نے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ وہ بھاگتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ مگر اسے وہ اپنے آس پاس، اپنی زندگی میں، اپنے گھر میں۔ حتیٰ کہ بیڈروم میں بھی نظر آ رہی تھی۔

''یہ لیں آپ کا جوس۔'' اقصیٰ نے اس کی طرف اسٹرابری جوس کا گلاس بڑھایا اور اگلے ہی پل اس کے تاثرات دیکھ کر پریشان ہوگئی۔

''آپی! آپ ٹھیک ہیں؟''

اس نے پوچھا۔ مگر جنت نے نہیں سنا۔ وہ سر اٹھائے گہری سانسیں لے رہی تھی۔ موبائل پہلو میں پڑا تھا۔ میسجز ابھی بھی آ رہے تھے۔ اس نے موبائل اٹھالیا۔

''میں بس ابھی آفس سے نکلنے لگا ہوں۔ گھر چلی جاؤ تو بتا دینا ورنہ میں تمہیں پارک سے پک کر لیتا ہوں۔ کہیں جانا ہے۔''

اسے سنبھلنے میں کچھ وقت لگا۔ ''پارک میں ہوں۔'' اس نے کپکپاتی انگلیوں سے میسج ٹائپ کیا۔ اقصیٰ نیچے بیٹھ گئی۔

''گھر چلیں آپی! مجھے لگتا ہے آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔''

مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھی۔ پندرہ منٹ بعد فارس نے اسے پارک سے ہی پک کر لیا تھا۔ اپنے تاثرات پر قابو پائے وہ خود کو کسی حد تک سنبھالے ہوئے تھی۔ اپنی آنکھوں میں ابھرتی نمی کو پیچھے دھکیلتی سامنے دیکھ رہی تھی۔

وہ اب اس سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ اسے سن رہی تھی مگر سمجھ نہیں رہی تھی۔ کچھ کہہ بھی نہیں رہی تھی۔ وہ اس کی خاموشی کو طبیعت خرابی پہ محمول کر رہا تھا۔ کل سے اس کی طبیعت نڈھال تھی۔ وہ ابھی بھی یہی سمجھ رہا تھا۔

دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ ایک بنگلہ نما گھر کے پورچ میں گاڑی روک چکا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہی باہر نکلی۔ ذہن کہیں اور تھا، سوچ کہیں اور تھی۔ شاید وہ اسے کسی سے ملوانے لایا تھا۔ اس نے خالی الذہنی کے عالم میں سوچا۔ لان سے گزر کر صدر دروازے تک بالکل خاموشی تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے ایک کھوئی ہوئی سی نگاہ اطراف میں دوڑائی۔

''کیسا ہے؟'' اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے وہ پوچھ رہا تھا۔

''کیا؟'' اس کی آواز مدھم تھی۔

''یہ گھر۔''

''ٹھیک ہے۔'' اس کا انداز، اس کا لہجہ، اس کی آنکھیں۔ فارس کو لگا، وہ اس کے ساتھ یہاں کہیں نہیں ہے۔

''صرف ٹھیک ہے؟''

''اور کیا کہوں؟'' سر اٹھا کر پوچھا۔

''تمہیں مجھے بتانا چاہیے، پسند آیا یا نہیں۔''

''اس سے کیا ہوگا؟''

''میں اپنے لائیر سے بات کروں گا۔ ملکیت کے ڈاکومنٹس تیار ہوں گے۔ یہ گھر تمہارے نام ہو جائے گا۔''

صدمے سے گنگ اس نے فارس کو دیکھا۔ سماعت پر یقین نہیں آیا تھا۔ فارس یہ کیا کہہ رہا تھا؟ کیوں کہہ رہا تھا؟ قدم جکڑے گئے۔ اندر تک سب ہل گیا۔

''تمہارے لیے ڈرائیور میڈ، کا بھی انتظام ہو جائے گا۔ ہر مہینے تمہارے اکاؤنٹ میں رقم بھی ٹرانسفر کر دیا کروں گا۔''

وہ جیسے انگلی پر سب گن کر واضح کر رہا تھا۔ اور جنت صدمے سے پتھر ہوئی کھڑی تھی۔ کیفیت ایسی تھی جیسے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی گئی ہو۔ اس کے حواس شل، ذہن ماؤف، قدم بے جان ہونے لگے۔ کیا عدینہ زبیر درست کہہ رہی تھی؟ فارس وجدان اسے بے وقوف بنا رہا تھا؟ اس کے جذبات

www.zemtime.com

سے کھیل رہا تھا؟

''فارس بھی میرا ہے۔ گھر بھی میرا ہے۔ اور جگہ بھی میری ہے۔''

فارس اب کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ اسے سن نہیں رہی تھی۔ وہ جیسے اپنے آپ میں، اپنے طوفانوں میں گم ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے کنارے نم ہو چکے تھے، اس کے تاثرات میں ایک دم سے ویرانی اتر آئی تھی۔ اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ رہی تھیں۔

''مجھے گھر جانا ہے۔'' اس کی آواز کپکپائی۔ چہرہ مکمل سفید پڑ چکا تھا۔

''جنت۔''

''پلیز، مجھے گھر جانا ہے۔'' اس نے روتے ہوئے کہا۔ سر بری طرح سے چکرا رہا تھا۔ ''مجھے آنٹی کے پاس جانا ہے۔''

''کیا ہو گیا ہے؟ میری طرف دیکھو۔'' کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا بڑھ گیا۔ ٹانگیں بے جان ہو گئیں۔

گاڑی میں بیٹھنے تک، اور پھر ہاسپٹل پہنچنے تک اسے سب یاد تھا۔ اس کے بعد جیسے سب مبہم، سب دھندلا ہو گیا تھا۔

اسے جب ٹریٹمنٹ دی جا رہی تھی تب بھی وہ روتے ہوئے مسز شیرازی کے پاس جانے کا کہہ رہی تھی۔ اور پھر جیسے ایک دم سے سب ساکن ہو گیا تھا۔ درد بھی، اذیت بھی۔ وحشت بھی اور خوف بھی۔

وہ کتنی دیر تک دواؤں کے زیر اثر رہی اسے اندازہ نہیں تھا مگر جب ہوش آیا تو سر تب بھی بری طرح سے دکھ رہا تھا۔ کمرے کی مدھم سی روشنی بھی آنکھوں کو تکلیف پہنچا رہی تھی۔ اور جسم میں تو جیسے جان ہی نہیں تھی۔

اس نے اٹھنا چاہا تو فارس نے فوراً سے ہاتھ پکڑ کر روک دیا۔ اسے سہارا دے کر سر کے نیچے تکیے رکھے تاکہ وہ نیم دراز پوزیشن میں آ سکے۔ خود اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

مدھم سی زرکار روشنی میں وہ اس کی آنکھوں میں تشویش دیکھ سکتی تھی۔ اسے پورا واقعہ یاد آیا تو آنکھیں پھر سے نم ہونے لگیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اذیت میں گھر گئی۔ پھر سے رو پڑی۔

''صبح تک تم بالکل ٹھیک تھیں۔ پھر اچانک کیا ہوا؟'' وہ از حد پریشان اور فکر مند لگ رہا تھا۔ مگر اب وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ اس کی بات کا جواب بھی نہیں دے رہی تھی۔

اعصاب منتشر تھے، چہرہ آنسوؤں سے تر۔ اذیت انگ انگ سے عیاں ہو رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے؟ کس بات کا اتنا اسٹریس لے رہی ہو؟'' نرمی سے گال پر ہاتھ رکھا تو اس نے سر اٹھایا۔ چہرہ سفید، آنسوؤں سے لبریز آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

''عدینہ۔'' اس کے لب ہلے۔ ''اس نے کہا۔ تم اس کے ساتھ اپنی شادی کو اس لیے ڈیلے کر رہے ہو۔ کیونکہ میں پریگننٹ ہوں۔ جبکہ تم مجھے کہہ رہے تھے۔ تمہاری زندگی میں کوئی عورت نہیں۔ تم نے جھوٹ کہا..... تم.....'' اس کی آواز کپکپا رہی تھی۔ آنسو بہتے جا رہے تھے۔

فارس وجدان لمحے بھر کے لیے جیسے سکتے میں آ گیا تھا۔

''میں نے تمہیں اجازت دی تھی۔ کیا نہیں دی تھی؟'' روتے ہوئے پوچھا۔ ''میں نے کہا تھا جب چاہو۔ جسے چاہو، اپنی زندگی میں شامل کر لو میں کبھی رکاوٹ نہیں بنوں گی۔ کیا نہیں کہا تھا؟ پھر تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا؟ مجھے خواب کیوں دکھائے؟ مجھ سے یہ کیوں کہا، تمہاری زندگی میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔''

وہ شدت سے روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.zemtime.com